انتخاب کلامِ داغ

مرتبہ

سعد اللہ شاہ





کیا کیا فریب دِل کو دیے اضطراب میں
اُن کی طرف سے آپ لکھے خط جواب میں

گر وہ نہ آئیں گے تو اجل آئے گی ضرور
تسکیں ملی ہوئی ہے مرے اضطراب میں

جی چاہتا ہے چھیڑ کے ہوں اُس سے ہم کلام
کچھ تو لگے گی دیر سوال و جواب میں

کوئی گِلہ کرے گا نہ غصے کی بات کا
کہنا ہو جو کسی کو وہ کہہ لو عتاب میں

اے داغ کوئی مجھ سا نہ ہوگا گنا ہگار
ہے معصیت سے میری جہنم عذاب میں



بسم اللہ الرحمن الرحیم

انتخابِ کلامِ داغ

ملنے کے پتے

مکتبہ رحمانیہ، اقرا سنٹر، اردو بازار لاہور

سعد پبلیکیشنز، فرسٹ فلور میاں مارکیٹ، اردو بازار، لاہور

میاں ندیم، مین بازار، جہلم

کشمیر بک ڈپو، تلہ گنگ روڈ، چکوال

بنگش بک ڈپو اردو بازار، سیالکوٹ

مسلم بک لینڈ، بینک روڈ، مظفر آباد

اسلامی کتب خانہ، فضل الٰہی مارکیٹ، اردو بازار لاہور

مکتبہ العلم، 17- اردو بازار لاہور

چوہدری بک ڈپو، مین بازار، دینہ

مکتبہ رشیدیہ، نیو جنرل، چکوال

اسلامک بک سنٹر، اردو بازار، کراچی

دارالادب، تلمبہ روڈ، میاں چنوں

انتخابِ کلامِ داغ

اڑ گئی یوں وفا زمانے سے
کبھی گویا کسی میں تھی ہی نہیں

مرتبہ
سعد اللہ شاہ

عثمانیہ کتب خانہ
خزینۂ علم و ادب
الکریم مارکیٹ اُردو بازار لاہور ۷۲۴۳۶۹

دیدہ زیب اور
خوبصورت کتب کا
واحد مرکز

تزئین واہتمام

نذیر محمد طاہر نذیر



فہرست

گلزارِ داغ

آفتابِ داغ

ماہتابِ داغ

یادگارِ داغ

سعد اللہ شاہ

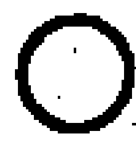
پیدائش (۱۹۵۸ء)

سعد اللہ شاہ کا نام دنیائے ادب میں محتاج تعارف نہیں اس لیے کہ وہ قارئین اور سامعین کے ایک بہت بڑے طبقے کے محبوب اور مقبول شاعر' ادیب' ڈرامہ نگار' اور کالم نگار ہیں۔ وہ اسلامیہ کالج سول لائنز لاہور میں انگریزی ادب کے استاد کے منصب پر فائز ہیں۔ زندگی سے بھرپور اور توانا لہجہ سعد اللہ شاہ کی شاعری کا وصف خاص ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی اردو اور پنجابی شاعری کی دو درجن سے زیادہ کتب پذیرائی اور پسندیدگی کی بے پناہ دولت سمیٹ چکی ہیں۔ وہ ادبی خدمات کے اعتراف کے طور پر (بولان اکیڈمی ایوارڈ) اور ایجوکیشن ایوارڈ بھی حاصل کر چکے ہیں۔ وہ اپنے شعروں کو غیر ضروری علامتوں' کھردرے لب و لہجے اور ماورائے فہم اسلوب نگارش سے آلودہ نہیں ہونے دیتے۔ اس طرح ان کی شاعری میں عوام وخواص کا امتیاز بھی نہیں اور یہ ان کی بھرپور علمیت سے مزین بھی ہے۔ ان کا آبائی شہر چشتیاں ہے اور وہ ۱۹۸۱ء سے لاہور میں مقیم ہیں۔ ان کے شعری مجموعوں میں۔ بادل چاند ہوا اور میں' تمہی ملتے تو اچھا تھا' اداس موسم کے رتجگے' ہمیں اقرار کرنا تھا' اک کمی سی رہ گئی' تشنگی باقی رہے گی' مجھے کچھ اور کہنا تھا' کوئی رسم بھی نہ نبھا سکا' نہیں کچھ بھول سکتے ہم' چلو اک لفظ لکھتے ہیں' اک وعدہ نبھانا ہے' محبت اور نیلے پھولوں کی بارش۔ اردو میں اور شہر خداواں دا' دکھری چپ' ڈھلدے منظر' موسم تیرے آون نال' بکھڑا

اور سانوں سفنے مار گئے پنجابی اور Blinking stare انگریزی میں شامل ہیں۔ ان کے تین کلیات "سبز رتوں کی جھلمل میں" "مجھے بادل اٹھا لائے" اور "ابھی تک آنکھ ہے پرنم" زیورِ طباعت سے آراستہ ہو چکے ہیں۔ اس کے علاوہ ان کے روزنامہ دن اور نوائے وقت میں چھپے ہوئے کالموں کے دو مجموعے۔ بادنما اور سفید لکیر بھی شائع ہو چکے ہیں۔
وہ ریڈیو اور ٹی وی پر گیت نگاری اور ڈرامہ نگاری کے علاوہ بھی کئی پروگرام کر چکے ہیں۔ وہ کلاسیکل اور جدید شعرا کے متعدد انتخاب کے مرتب بھی ہیں۔ اب تک "انتخاب کلام میر" "انتخاب کلام مومن"، "انتخاب بہادر شاہ ظفر"، "انتخاب کلام داغ"، "انتخاب مجید امجد" اور "انتخاب میرا جی" مرتب کر چکے ہیں۔ ان کے فکر و فن کے حوالے سے معروف شاعر آصف شفیع ایک مفصل کتاب "سعد اللہ شاہ فکر و فن کے آئینے میں" لکھ چکا ہے۔

(ادارہ)

گلزارِ داغ



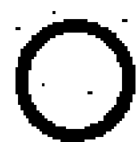
یہاں بھی تو، وہاں بھی تو، زمیں تیری، فلک تیرا
کہیں ہم نے پتا پایا نہ ہرگز آج تک تیرا

صفات و ذات میں یکتا ہے تو اے واحدِ مطلق
نہ کوئی تیرا ثانی ہے نہ کوئی مشترک تیرا

ترے فیضِ کرم سے نار و نور آپس میں یک دل ہیں
ثنا گر یک زباں ہر ایک ہے جن و ملک تیرا

نہ جلتا طور کیونکر کس طرح موسیٰ نہ غش کھاتے
کہاں یہ تاب و طاقت جلوہ دیکھے مُردمک تیرا

دعا یہ ہے کہ وقتِ مرگ اس کی مشکل آساں ہو
زباں پر داغ کے نام آئے یارب یک بیک تیرا



اللہ شوق دے مجھے نعت شریف کا
شہرہ ہو خوب میرے کلامِ لطیف کا

ہر سبز کشتِ دل ہے محمدؐ کے عشق میں
کیا اس زمیں میں کام ربیع و خریف کا

اللہ رے اس کے علم لدنی کا معجزہ
امی سبق پڑھائے کتابِ شریف کا

حسرت جس آبرو کی سلیمان کو رہی
یثرب میں ہے وہ مرتبہ مورِ ضعیف کا

شیطان بھاگتا ہے محمدؐ کے نام سے
کیا خوف اس پلید و خبیث و کثیف کا

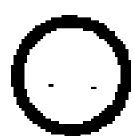
مداحِ مصطفیٰؐ سے کرے کوئی بحث کیا
سحباں ہے خوشہ چیں مری طبعِ ظریف کا

ادنیٰ شجاعت احمدِؐ مرسل کی دیکھنا
کیا حال جنگ بدر میں تھا ہر حریف کا

ہے ناتوان عشقِ محمدؐ میں پہلوان
رستم سے ہو مقابلہ کب اس نحیف کا

صبرِ جمیل تھا کہ ستم پر ستم سہا
بوجہل و بولہب سے ذلیل و خفیف کا

اے داغ شعر ڈھل گئے نعتِ شریف میں
ہے فکرِ قافیہ نہ تردد ردیف کا



گر میرے بتِ ہوش ربا کو نہیں دیکھا
اس دیکھنے والے نے خدا کو نہیں دیکھا

رہبر سے غرض کیا ہے جو منزل نظر آئے
کعبے میں کہے قبلہ نما کو نہیں دیکھا

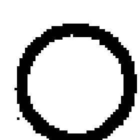
سمجھا ہے شبِ ہجر عدو کو وہ قیامت
ظالم نے ابھی روزِ جزا کو نہیں دیکھا

جس شکل سے ہنستے ہیں مرے حال پہ احباب
روتے ہوئے یوں اہلِ عزا کو نہیں دیکھا

اتنا تو بتا دے مجھے اے ناصحِ مشفق
دیکھا ہے کہ اس ماہ لقا کو نہیں دیکھا

اغیار کے نالے تو بہت تم نے سنے ہیں
مظلوم کی تاثیرِ دعا کو نہیں دیکھا

جب داغ کو ڈھونڈھا کسی بت خانے میں پایا
گھر میں کبھی اس مردِ خدا کو نہیں دیکھا



آج راہی جہاں سے داغ ہوا
خانۂ عشق بے چراغ ہوا

کیا نشانِ وفا بھی اے ظالم
دلِ گم گشتہ کا سراغ ہوا

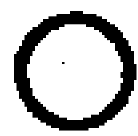
ایسی کیا بو سما گئی تم کو
ہم سے جو اس قدر دماغ ہوا

نہ مٹا نقشِ غیر جی سے ترے
یہ بھی میرے ہی دل کا داغ ہوا

دلِ پُرخوں مگر ہے جامِ طلسم
کبھی خالی نہ یہ ایاغ ہوا

آسماں گر گیا نظر سے مری
عرش پر جب ترا دماغ ہوا

بعد استاد ذوق کے کیا کیا
شہرت افزا کلامِ داغ ہوا



ثبات بحرِ جہاں میں اپنا فقط مثالِ حباب دیکھا
نہ جوش دیکھا نہ شور دیکھا نہ موج دیکھی نہ آب دیکھا

ہماری آنکھوں نے بھی تماشا عجب عجب انتخاب دیکھا
برائی دیکھی بھلائی دیکھی عذاب دیکھا ثواب دیکھا

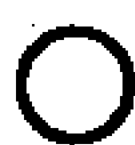
نہ دل ہی ٹھہرا نہ آنکھ جھپکی نہ چین پایا نہ خواب آیا
خدا دکھائے نہ دشمنوں کو جو دوستی میں عذاب دیکھا

جو راہ میں تیرے آ کے بیٹھے وہ فکرِ دیر و حرم سے چھوٹے
کہ تیرے کوچے کے ساکنوں نے بہشت میں بھی عذاب دیکھا

سرورِ عیش و نشاط کیسی بدل گئی رنگ ہی جہاں کے
سنا نہ کانوں سے تھا جو ہم نے وہ آنکھ سے انقلاب دیکھا

جو تجھ کو پایا تو کچھ نہ پایا یہ خاکداں ہم نے خاک پایا
جو تجھ کو دیکھا تو کچھ نہ دیکھا تمام عالم خراب دیکھا

شرابِ غفلت سے داغؔ غش تھے دکھائے غفلت نے کیا تماشے
کہ سوتے سوتے جو چونک اٹھے مگر کوئی تم نے خواب دیکھا



ہائے مہمان کہاں یہ غمِ جاناں ہو گا
خانۂ دل تو کوئی روز میں ویراں ہو گا

ہو کے ظاہر تو کیا عشق نے اک حشر بپا
حسرت اس دل پہ کہ جس دل میں یہ پنہاں ہو گا

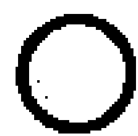
منحصر دل ہی پہ رکھتا نہ محبت تیری
میں نہ سمجھا تھا یہ کم بخت پشیماں ہو گا

کوستا ہوں جو نصیبوں کو تو کہتا ہے وہ شوخ
پھر محبت نہ کرے گا اگر انساں ہو گا

جس قدر آج ستانا ہے ستا لے ہم کو
روزِ محشر بھی تو کل اے شبِ ہجراں ہو گا

زندگی عشق میں مشکل ہے تو مر جائیں گے
اب سے وہ کام کریں گے کہ جو آساں ہو گا

آپ کے سر کی قسم داغ کو پروا ہی نہیں
آپ کے ملنے کا ہو گا جسے ارماں ہو گا



سو حسرتیں تو آئیں، گیا ایک دل گیا
ملنا تھا جو مجھے مری قسمت کا مل گیا

میں مر گیا جو وہ لبِ جاں بخش مل گیا
یارب قمِ مسیح میں کیا زہر مل گیا

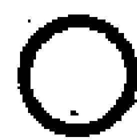
اس نے لیا جو آئینے میں بوسہ اپنا آپ
اللہ رے نازکی لبِ گلفام چھل گیا

جنت اسی کا نام اگر ہے تو بس سلام
محفل میں تیری جو کوئی آیا خجل گیا

ہوتے ہی صبح کاش نہ مرتا شبِ وصال
افسوس ہے کہ یار بہت منفعل گیا

میں نے تو اپنے واسطے کی تھی دعائے وصل
الٹا اثر ہوا وہ رقیبوں سے مل گیا

ہستی میں ہیں عدم کے مزے عاشقوں کو داغ
قالب میں جان آتے ہی پہلو سے دل گیا



ستم ہی کرنا جفا ہی کرنا نگاہِ الفت کبھی نہ کرنا
تمہیں قسم ہے ہمارے سر کی ہمارے حق میں کمی نہ کرنا

ہماری میت پہ تم جو آنا تو چار آنسو بہا کے جانا
ذرا رہے پاس آبرو بھی کہیں ہماری ہنسی نہ کرنا

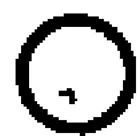
کہاں کا آنا کہاں کا جانا وہ جانتے ہی نہیں یہ رسمیں
وہاں ہے وعدے کی بھی یہ صورت کبھی تو کرنا کبھی نہ کرنا

ہلاکِ اندازِ وصل کرنا کہ پردہ رہ جائے کچھ ہمارا
غمِ جدائی میں خاک کر کے کہیں عدو کی خوشی نہ کرنا

مری تو ہے بات زہر ان کو وہ ان کے مطلب ہی کی نہ کیوں ہو
کہ ان سے جو التجا سے کہنا غضب ہے ان کو وہی نہ کرنا

مدار ہے ناصحو تمہیں پر، تمام اب اس کی منصفی کا
ذرا تو کہنا خدا لگی بھی فقط سخن پروری نہ کرنا

بری ہے اے داغ راہِ الفت خدا نہ لے جائے ایسے رستے
جو اپنی تم خیر چاہتے ہو تو بھول کر دل لگی نہ کرنا



بنا کس دن تن مجنوں میں یہ رشتہ رگِ جاں کا
جنوں تیرے ہی سر سہرا رہا تارِ گریباں کا

بتوں کے دستِ قدرت میں نہ کیونکر دل ہو انساں کا
کہ ہر ناخن نگینہ بن گیا مہرِ سلیماں کا

سرِ محفل مجھی سے تجھ کو ظالم پردہ کرنا تھا
پر اس پر یہ قیامت غیر کے دامن سے منہ ڈھانکا

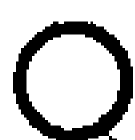
اثر دیکھو زبانِ بخیہ گر کے ہو گئے ٹکڑے
لیا تھا نام بھولے سے مرے چاکِ گریباں کا

بہت آنکھیں ہیں فرشِ راہ چلنا دیکھ کر ظالم
کفِ نازک میں کانٹا چبھ نہ جائے کوئی مژگاں کا

عدم میں لے گیا مجھ کو فرشتہ میں یہ سمجھا تھا
بلانے کو مرے آیا ہے کوئی آدمی واں کا

گرہ کیسی لگی تھی کھل پڑے کس راہ میں فتنے
نظر آتا ہے خالی آج گوشہ تیرے داماں کا

کھلا ہے جوہرِ آئینہ کیا کیا صورتِ غنچہ
لیا ہے جب سے بوسہ تو نے اپنے روئے خنداں کا



زندہ عیسیٰ کا نام کرنا تھا
اس طرف بھی خرام کرنا تھا

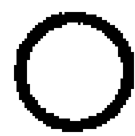
وائے غفلت کہ اب کیا ہم نے
جو ہمیں پہلے کام کرنا تھا

نہ میسر ہوئی کہیں خلوت
کچھ ہمیں بھی کلام کرنا تھا

جا چکی دل کی اب پریشانی
پیشتر انتظام کرنا تھا

دشمنوں کو اماں نہ دینی تھی
گر تمہیں قتلِ عام کرنا تھا

داغؔ مہماں سرائے دنیا میں
اور چندے قیام کرنا تھا



غضب کیا ترے وعدے پہ اعتبار کیا
تمام رات قیامت کا انتظار کیا

کسی طرح جو نہ اس بت نے اعتبار کیا
مری وفا نے مجھے خوب شرمسار کیا

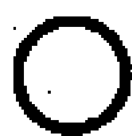
ہنسا ہنسا کے شبِ وصل اشک بار کیا
تسلیاں مجھے دے دے کے بے قرار کیا

تجھے تو وعدۂ دیدار ہم سے کرنا تھا
یہ کیا کیا کہ جہاں کو امیدوار کیا

ہوا ہے کوئی مگر اس کا چاہنے والا
کہ آسماں نے ترا شیوہ اختیار کیا

نہ پوچھ دل کی حقیقت مگر یہ کہتے ہیں
وہ بے قرار رہے جس نے بے قرار کیا

بنے گا مہرِ قیامت بھی ایک خالِ سیاہ
جو چہرہ داغِ سیہ رو نے آشکار کیا



یقیں اے دل نہ کرتو اس کے مژگاں کے اشارے کا
بھروسہ کیا ارے نادان تنکے کے سہارے کا

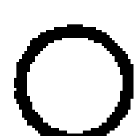
نہ پایا کوئی بحرِ عشق میں رستہ گزارے کا
نہ پہنچا اِس کنارے تک شناور اس کنارے کا

ارے بے باک کیا کہنا ہے تیرے اس اشارے کا
ٹھکانا بے ٹھکانے کا سہارا بے سہارے کا

الٰہی دیکھیے کافر نگاہیں کیا دکھاتے ہیں
برا لپکا پڑا ہے اس کی آنکھوں کو اشارے کا

ہمیشہ فیض ہے دریا دلوں سے خاکساروں کو
کہ موجِ بحر تر کرتی ہے کیا کیا لبِ کنارے کا

گزر جائے گی ہر صورت کروں کیوں داغؔ اندیشہ
مرے مولا کو ہر دم فکر ہے میرے گزارے کا



سینے میں اب کہاں وہ جوش وہ بھی تھا اک وبال سا
بیٹھ گیا کچھ اٹھنے سے چھوڑ گیا خیال سا

عرضِ وفا پہ دیکھنا اس کی ادائے دلفریب
دل میں کچھ اعتبار سا آنکھ میں کچھ ملال سا

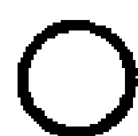
تارے ہی گن کے کاٹتے رات فراق کی مگر
نکلا ستارہ بھی کہیں کوئی تو خال خال سا

اس کی لچک پہ دم فدا اس کی ادا پہ دل نثار
ہائے وہ شاخ سی کمر ہائے وہ قد نہال سا

فتنۂ حشر کب اٹھا اس کی خرامِ ناز سے
وہ بھی پڑا ہے میری طرح راہ میں پائمال سا

باندھ دیا تھا ہم نے خود زلف میں اس کے اپنا دل
رکھ نہ سکے وہ اس کو بھی ٹال دیا وبال سا

پوچھتے کیا ہو کون تھا ہو نہ ہو وہ ہی داغ ہو
در پہ تمہارے تھا مگر کوئی شکستہ حال سا



وہ رات کونسی گزری جو اضطراب نہ تھا
جب آنکھ دی تھی خدا نے مجھے تو خواب نہ تھا

وہ پہنچے غیر کے گھر جان کر شبِ وعدہ
ہمارے روزِ سیہ میں جو آفتاب نہ تھا

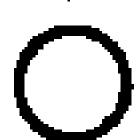
ہمارے حال کو جس نے سنا کہا سب جھوٹ
کوئی زبان نہ تھی جس پہ یہ جواب نہ تھا

ہزار پردوں میں مشتاق دیکھ لیتے ہیں
اسے حجاب تھا موسیٰ کو تو حجاب نہ تھا

اگرچہ بادہ کشی تھی گناہ اے زاہد
جو تجھ سے چھین کے پیتا تو کچھ عذاب نہ تھا

ہزار شکر مرا چشمِ تر نے ساتھ دیا
رہِ عدم میں کہیں ایک قطرہ آب نہ تھا

بغیر داغ کے جنت تمہاری بزم رہی
ہزار شکر کہ وہ خانماں خراب نہ تھا



کیونکر اس کی نگۂ ناز سے جینا ہو گا
زہر دی اس پہ یہ تاکید کہ پینا ہو گا

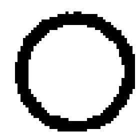
تیری مژگاں کی نہ تھی دست درازی مشہور
دل جھپٹ کر کسی رہ گیر کا چھینا ہو گا

چاک دل تیغِ تغافل سے کیا ہے تم نے
رشتۂ تار نظر سے تمہیں سینا ہو گا

حشر میں سر سے گزر جائے گا طوفاں جس کا
وہ ہماری ہی خجالت کا پسینا ہو گا

خلد میں پھر کسی کافر ہی کا دل بہلے گا
گر نہ معشوق و مے و ساغر و مینا ہو گا

چین دیتے نہیں وہ داغ کسی طرح مجھے
میں جو مرتا ہوں تو کہتے ہیں کہ جینا ہو گا



آئینہ تصویر کا تیرے نہ لے کر رکھ دیا
بوسے لینے کے لیے کعبے میں پتھر رکھ دیا

ہم نے انکے سامنے اول تو خنجر رکھ دیا
پھر کلیجا رکھ دیا دل رکھ دیا سر رکھ دیا

قطرۂ خونِ جگر سے کی تواضع عشق کی
سامنے مہمان کے جو تھا میسر رکھ دیا

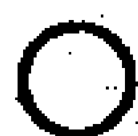
منصفی ہو تو غضب، نا منصفی ہو تو ستم
اس نے میرا فیصلہ موقوف مجھ پر رکھ دیا

نامہ بر کہتا ہے مجھ سے کیا کرامت ہے تمہیں
جو وہ لکھتے وہ بھی تم نے خط میں لکھ کر رکھ دیا

کل چھڑا لیں گے یہ زاہد آج تو ساقی کے ہاتھ
رہن اک چلو پہ ہم نے حوضِ کوثر رکھ دیا

دیکھیے اب ٹھوکریں کھاتی ہے کس کس کی نگاہ
روزنِ دیوار میں ظالم نے پتھر رکھ دیا

داغ کی شامت جو آئی اضطرابِ شوق میں
حالِ دل کمبخت نے سب ان کے منہ پر رکھ دیا



کب ہوا اے بتِ بیگانہ منش تو اپنا
دل جو اپنا ہے، نہیں اس پہ بھی قابو اپنا

تم کو آشفتہ مزاجوں کی خبر سے کیا کام
تم سنوارا کرو بیٹھے ہوئے گیسو اپنا

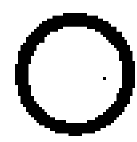
ابتدائے رمضاں میں ہے مہ عید کی دھوم
کسی کافر نے دکھایا نہ ہو ابرو اپنا

بعد میرے نہ رہا دیکھنے والا کوئی
تم زمانے کو دکھاؤ رخِ نیکو اپنا

نہ بنا ہو یہ کہیں غیر کے سر کا تکیہ
مسکراتے ہیں وہ کیوں دیکھ کے زانو اپنا

وہی ہم تھے کہ جو روتوں کو ہنسا دیتے تھے
اب ہے یہ حال کہ تھمتا نہیں آنسو اپنا

لگ گئی چپ تجھے اے داغِ حزیں کیوں ایسے
مجھ کو کچھ حال تو کمبخت بتا تو اپنا



عجب اپنا حال ہوتا جو وصالِ یار ہوتا
کبھی جان صدقے ہوتی کبھی دل نثار ہوتا

کوئی فتنہ تا قیامت نہ پھر آشکار ہوتا
ترے دل پہ کاش ظالم مجھے اختیار ہوتا

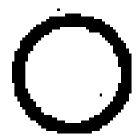
جو تمہاری طرح تم سے کوئی جھوٹے وعدے کرتا
تمہیں منصفی سے کہدو تمہیں اعتبار ہوتا

یہ مزہ تھا دل لگی کا کہ برابر آگ لگتی
نہ تجھے قرار ہوتا نہ مجھے قرار ہوتا

نہ مزا ہے دشمنی میں نہ ہے لطف دوستی میں
کوئی غیر غیر ہوتا کوئی یار یار ہوتا

ترے وعدے پر ستمگر ابھی اور صبر کرتے
اگر اپنی زندگی کا ہمیں اعتبار ہوتا

تمہیں ناز ہو نہ کیونکر کہ لیا ہے داغ کا دل
یہ رقم نہ ہاتھ لگتی نہ یہ افتخار ہوتا



خاطر سے یا لحاظ سے میں مان تو گیا
جھوٹی قسم سے آپ کا ایمان تو گیا

دل لے کے مفت کہتے ہیں کچھ کام کا نہیں
الٹی شکایتیں ہوئیں احسان تو گیا

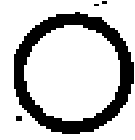
دیکھا ہے بت کدے میں جو اے شیخ کچھ نہ پوچھ
ایمان کی تو یہ ہے کہ ایمان تو گیا

افشائے رازِ عشق میں گو ذلتیں ہوئیں
لیکن اسے جتا تو دیا جان تو گیا

گو نامہ بر سے خوش نہ ہوا پر ہزار شکر
مجھ کو وہ میرے نام سے پہچان تو گیا

بزمِ عدو میں صورتِ پروانہ دل مرا
گو رشک سے جلا ترے قربان تو گیا

ہوش و حواس و تاب و تواں داغ جا چکے
اب ہم بھی جانے والے ہیں سامان تو گیا



کھینچا غمِ فرقت کا دل تو نے عذاب ایسا
ہم تجھ کو نہ سمجھے تھے اے خانہ خراب ایسا

جو عرض تمنا پر ظالم نے کہا مجھ سے
اب تک نہ ملا ہوگا سائل کو جواب ایسا

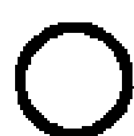
تن تن کے جو چلتا ہے وہ شوخ کماں ابرو
ایک ایک سے کہتا ہے ہوتا ہے شباب ایسا

نومیدِ کرم ہو کر ہم توبہ کریں مے سے
دوزخ میں پڑے زاہد بے لطف ثواب ایسا

مرنے بھی نہیں دیتے جینے بھی نہیں دیتے
احسانِ ترحم وہ اندازِ عتاب ایسا

میں شوق میں بے خود ہوں وہ غیر سے کہتے ہیں
کر دیتی ہے انساں کو بدمست شراب ایسا

اے حضرتِ داغ اس کو غیروں سے غرض کیا ہے
وہ اور یہ رسوائی سمجھیں نہ جناب ایسا



ہم مٹ گئے تو پرسشِ نام و نشاں ہے اب
اس کی تلاش کر کہ محبت کہاں ہے اب

میں کیا کروں بلا سے جو تو مہرباں ہے اب
وہ دل کہاں ہے اب وہ طبیعت کہاں ہے اب

ہرگز نہ تھا زمانۂ سابق میں یہ فلک
جس آسماں کی دھوم تھی وہ آسماں ہے اب

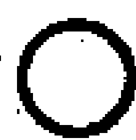
بیٹھے ہیں ہم بھی گوش بر آواز کہہ تو دو
آنا ہے جس کو آئے یہاں امتحاں ہے اب

قربان جاؤں دردِ جگر کے، وہ رکھ کے ہاتھ
یہ پوچھتے ہیں مجھ سے بتا تو کہاں ہے اب

کیا کیا ملائے خاک میں انسان چاند سے
سچ پوچھیے اگر تو زمیں آسماں ہے اب

اس کو بھی میری وجہ سے ہیں بدگمانیاں
جو ہم نشیں مرا ہے ترا پاسباں ہے اب

مدت ہوئی کہ داغ کو سنتے تھے سوئے دیر
کیا جانے وہ خدائی کا مارا کہاں ہے اب



رہے گی اک روز جان جا کر رہے نہیں ہوش دل لگا کر
عدو سے کہتا ہوں تنگ آ کر کہ تو مرے حق میں کچھ دعا کر

طبیب کہتے ہیں کچھ دوا کر حبیب کہتے ہیں بس دعا کر
رقیب کہتے ہیں التجا کر غضب میں آیا ہوں دل لگا کر

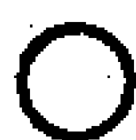
یہیں جب انصاف کچھ نہ دیکھا تو روز محشر کو خاک ہوگا
پٹک کے اعمال نامہ اپنا پھروں گا مشعل جلا جلا کر

ہوئی ہے اب موت زندگانی کہاں سے لاؤں تجھے جوانی
کہ زور کرتی ہے ناتوانی نحیف و کمزور مجھ کو پا کر

تلاش تھی مجھ کو نامہ بر کی خبر نہ تھی ہائے اس خبر کی
نہ پاؤں کی سدھ رہی نہ سر کی گئی ہے ایسی صبا سنا کر

تمام ہو خاک اپنا مطلب کہ یار پر قہرِ شوق بے ڈھب
لکھا ہے اک حرفِ آرزو اب سو وہ بھی کیا کیا مٹا مٹا کر

نثار اس طرز گفتگو پر نہیں کہیں داغ سا سخنور
ہنسا دیا ہے رلا رلا کر، رلا دیا ہے ہنسا ہنسا کر



زہے تلاش کہ سرگرمِ جستجو ہو کر
ملا ہوں رنگ میں رنگ اور بو میں بو ہو کر

تری گلی میں ترے دل کا نقش ہو کے رہا
رقیب مٹ نہ گیا میری آبرو ہو کر

ذرا سی چھیڑ پہ جامے سے باہر آپ ہوئے
یہ عیب ہے کہ نہ ہو چین خوبرو ہو کر

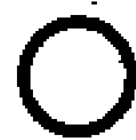
لگی ہے پنجۂ مژگاں میں خونِ دل سے حنا
ہماری آنکھ ملی سب سے سرخرو ہو کر

سوالِ وصل پہ وہ گالیاں ہی دیں لیکن
کوئی تو بات ٹھہر جائے گفتگو ہو کر

ہمارے جذبِ محبت کو دیکھنا قاتل
کہ رہ گیا ترا خنجر رگِ گلو ہو کر

بتوں کے خوف سے ڈر ڈر کے رہ گیا ہوں میں
ہزار مرتبہ آمادۂ وضو ہو کر

ہوا ہوں میں بھی اب اے داغ اپنا دشمن آپ
زمانہ دوست ہے اس کا مرا عدو ہو کر



دیکھا نہ ہم نے رشک سے اغیار کی طرف
منہ پھیر بیٹھے بزم میں دیوار کی طرف

اے دل خوشا وہ دل جو پھرے یار کی طرف
دونوں جہاں ہیں ایسے طرفدار کی طرف

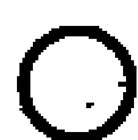
وہ دیکھتے ہیں بزم میں اغیار کی طرف
میں دیکھتا ہوں چرخِ ستم گار کی طرف

شوخی سے دیکھنا نہیں آتا ابھی انہیں
غرفے سے جھانک لیتے ہیں بازار کی طرف

بے کس رہیں گے حشر میں کب مجرمانِ عشق
رحمت کہے گی ہم ہیں گنہگار کی طرف

تصویر کو بھی اس کی یہاں تک غرور ہے
دیکھے کبھی نہ طالبِ دیدار کی طرف

دی جان کس خوشی سے تہِ تیغ داغ نے
لب پر تبسم اور نظر یار کی طرف



دعا مانگے دلِ غمگیں کہاں تک
کہوں میں دم بدم آمیں کہاں تک

مسلمانوں سے بغض وکیں کہاں تک
کہاں تک اے بتِ بے دیں کہاں تک

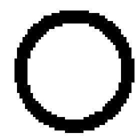
ترے بیمار کو آتی نہیں موت
پڑھے جائے کوئی یٰسیں کہاں تک

تڑپنے دو ابھی میں بھی تو دیکھوں
وہ دیتے ہیں مجھے تسکیں کہاں تک

مجھے چھوڑیں خدا پر، دوست میرے
یہ ہنگامہ سرِ بالیں کہاں تک

خدا اس بت کی باتوں کا ہے مشتاق
گیا شورِ لبِ شیریں کہاں تک

رہے گا مصطفیٰ آباد میں داغ
غریب و عاجز و مسکیں کہاں تک



کیا کیا فریب دل کو دیے اضطراب میں
ان کی طرف سے آپ لکھے خط جواب میں

شوخی نے تم کو ڈال دیا اضطراب میں
کچھ تمکنت کا لطف نہ دیکھا شباب میں

کچھ شانِ مغفرت سے نہیں دور زاہدو
ڈوبیں گناہ بادہ کشوں کے شراب میں

کیا جانیں کیا سکھائیں گے ان کو صلاح کار
ہر روز گفتگو ہے نئی میرے باب میں

اے اہلِ حشر جمع ہیں یاں سب طرح کے لوگ
دو کچھ صلاح مجھ کو طبیعت کے باب میں

پیرِ مغاں کی دل شکنی کا رہا خیال
داخل ہوا ہوں توبہ سے پہلے ثواب میں

ہر وقت انتظار طلب میں ہیں مستعد
رہتا ہے ایک پاؤں ہمارا رکاب میں

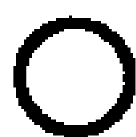
گر وہ نہ آئیں گے تو اجل آئے گی ضرور
تسکیں ملی ہوئی ہے مرے اضطراب میں

جی چاہتا ہے چھیڑ کے ہوں اُن سے ہم کلام
کچھ تو لگے گی دیر سوال و جواب میں

دنیا کی باز پرس سے اب تک نہیں نجات
الجھا ہوا ہوں حشر کے دن بھی حساب میں

کوئی گلہ کرے گا نہ غصے کی بات کا
کہنا ہو جو کسی کو وہ کہہ لو عتاب میں

اے داغ کوئی مجھ سا نہ ہوگا گناہگار
ہے معصیت سے میری جہنم عذاب میں



جب کہا اور بھی دنیا میں حسیں اچھے ہیں
کیا ہے جھنجلا کے وہ بولے کہ ہمیں اچھے ہیں

نہ اٹھا خوابِ عدم سے ہمیں ہنگامۂ حشر
کہ پڑے چین سے ہم زیرِ زمیں اچھے ہیں

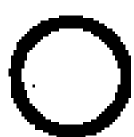
کس بھروسے پہ کریں تجھ سے وفا کی امید
کون سے ڈھنگ ترے جانِ حزیں اچھے ہیں

خاک میں آہ ملا کر ہمیں کیا پوچھتے ہو
خیر جس طور ہیں ہم خاک نشیں، اچھے ہیں

نہ ملا خاک میں تو ورنہ پشیماں ہوگا
ظلم سہنے کو ہم اے چرخِ بریں اچھے ہیں

مجھ کو کہتے ہیں رقیبوں کی برائی سن کر
وہ نہیں تم سے برے بلکہ کہیں اچھے ہیں

بت وہ کافر ہیں کہ اے داغ خدا ان سے بچائے
کون کہتا ہے یہ غارت گرِ دیں اچھے ہیں



بھر دیں عجب ادائیں اس شوخِ سیم تن میں
اک ٹیڑھ سادگی میں اک سیدھ بانکپن میں

مطلب کی چھیڑ ان سے پنہاں سخن سخن میں
سچ یہ کہ داغِ پُرفن یکتا ہے اپنے فن میں

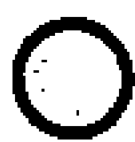
جیسے لیا ہے میں نے اے شوخ نام تیرا
مشکل ہوا زباں کو رہنا مرے دہن میں

میں ناتواں نہ پہنچا مر کر بھی تا بمنزل
زنجیر ہے مجھے وہ جو تار ہے کفن میں

میت پر آئیں گے وہ یاں دم ہے مجھ میں باقی
یارو لپیٹ دینا زندہ مجھے کفن میں

یہ شوق خود نمائی کیا کچھ جنوں سے کم ہے
بے تاب تجھ کو لایا خلوت سے انجمن میں

اے داغؔ ہم نہایت سمجھے اسے غنیمت
جو دم خوشی سے گزرا یارانِ ہم وطن میں



ساز یہ کینہ ساز کیا جانیں
ناز والے نیاز کیا جانیں

شمع رو آپ گو ہوئے لیکن
لطفِ سوز و گداز کیا جانیں

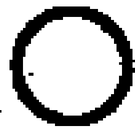
کب کسی در کی جبہ سائی کی
شیخ صاحب نماز کیا جانیں

جو رہِ عشق میں قدم رکھیں
وہ نشیب و فراز کیا جانیں

پوچھیے مے کشوں سے لطفِ شراب
یہ مزا پاکباز کیا جانیں

جن کو اپنی خبر نہیں اب تک
وہ مرے دل کا راز کیا جانیں

جو گزرتے ہیں داغؔ پر صدمے
آپ بندہ نواز کیا جانیں



شوخی نے تیرے کام کیا اک نگاہ میں
صوفی ہے بت کدے میں، صنم خانقاہ میں

دل میں سما گئی ہیں قیامت کی شوخیاں
دو چار دن رہا تھا کسی کی نگاہ میں

اس توبہ پر ہے ناز تجھے زاہد اس قدر
جو ٹوٹ کر شریک ہو میرے گناہ میں

آتی ہے بات بات مجھے یاد بار بار
کہتا ہوں دوڑ دوڑ کے قاصد سے راہ میں

کیسا نظارہ کس کا اشارہ کہاں کی بات
سب کچھ ہے اور کچھ نہیں نیچی نگاہ میں

مشتاق اس صدا کے بہت درد مند تھے
اے داغ تم تو بیٹھ گئے ایک آہ میں

بات میری کبھی سنی ہی نہیں
جانتے وہ بری بھلی ہی نہیں

لطفِ مے تجھ سے کیا کہوں زاہد
ہائے کمبخت تو نے پی ہی نہیں

اڑ گئی یوں وفا زمانے سے
کبھی گویا کسی میں تھی ہی نہیں

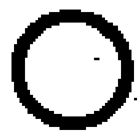
جان کیا دوں کہ جانتا ہوں میں
تم نے یہ چیز لے کے دی ہی نہیں

ہم تو دشمن کو دوست کر لیتے
پر کریں کیا تری خوشی ہی نہیں

ہم تری آرزو پہ جیتے ہیں
یہ نہیں ہے تو زندگی ہی نہیں

دل لگی دل لگی نہیں ناصح
تیرے دل کو ابھی لگی ہی نہیں

داغ کیوں تم کو بے وفا کہتا
وہ شکایت کا آدمی ہی نہیں



سحر جو آئینہ یہ رشکِ ماہ دیکھتے ہیں
نگاہ دیکھنے والے نگاہ دیکھتے ہیں

کچھ اس طرح کے وہ قاتل سوال کرتا ہے
ہمارے منہ کو ہمارے گواہ دیکھتے ہیں

ہمیشہ کس کی نبھی اور کس کی نبھتی ہے
نباہے جاتے ہیں جب تک نباہ دیکھتے ہیں

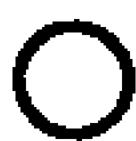
کوئی بھی مجھ سے شبِ وعدہ یہ نہیں کہتا
اٹھو چلو کہیں جلدی وہ راہ دیکھتے ہیں

خدا کا خوف نہیں پر بتوں سے ڈرتا ہوں
گناہ گار نہ یہ بے گناہ دیکھتے ہیں

اسی کے واسطے آنکھیں خدا نے دیں ہم کو
کہ روز و شب یہ سفید و سیاہ دیکھتے ہیں

غرض نہیں ہے انہیں طور کی تجلّی سے
جو خوش نصیب تری جلوہ گاہ دیکھتے ہیں

خدا کے واسطے لو داغ کی خبر جلدی
ہم اس کا حال نہایت تباہ دیکھتے ہیں



کبھی فلک کو پڑا دل جلوں سے کام نہیں
اگر نہ آگ لگا دوں تو داغ نام نہیں

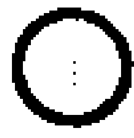
وفورِ یاس نے یاں کام ہے تمام کیا
زبانِ یار سے نکلی تھی ناتمام نہیں

وہ کاش وصل کے انکار پر ہی قائم ہوں
مگر انہیں تو کسی بات پر قیام نہیں

الٰہی تو نے حسینوں کو کیوں کیا پیدا
کچھ ان کی ذات سے دنیا کا انتظام نہیں

سنائی جاتی ہیں در پردہ گالیاں مجھ کو
جو میں کہوں تو کہیں آپ سے کلام نہیں

دباؤ کیا ہے سنے وہ جو آپ کی باتیں
رئیس زادہ ہے داغ آپ کا غلام نہیں



پھرا ہوا جو کسی کی نظر کو دیکھتے ہیں
لگا کے تیر ہم اپنے جگر کو دیکھتے ہیں

نظر چرا کے وہ یوں ہر بشر کو دیکھتے ہیں
کسی کو یہ نہیں ثابت کدھر کو دیکھتے ہیں

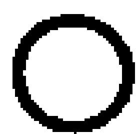
بنے ہوئے ہیں وہ محفل میں صورتِ تصویر
ہر ایک کو یہ گماں ہے ادھر کو دیکھتے ہیں

ہمیں گمان یہ ہوتا ہے ہم کو روتا ہے
کسی جگہ جو کسی نوحہ گر کو دیکھتے ہیں

خدا کرے سرِ محشر وہ بت ہو بے پردہ
کہ ہم بھی دیکھتے ہیں سب جدھر کو دیکھتے ہیں

کسی سے کچھ نہیں مطلب کہ دیکھنے والے
تمہاری آنکھ تمہاری نظر کو دیکھتے ہیں

سکندر آئنہ اے داغ جام جم دیکھے
ہم اپنے خسرو والا گہر کو دیکھتے ہیں



خاک میں مل جائے دل گر مدعا پیدا کروں
جب مٹا لوں ایک کو تو دوسرا پیدا کروں

کیا کہوں اللہ قدرت دی تو کیا پیدا کروں
پیشتر سب سے ترے دل میں وفا پیدا کروں

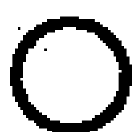
آفرینش سے مری کچھ اور تو مطلب نہ تھا
مدعا یہ تھا کہ پیدا کر کے ناپیدا کروں

یہ بتا دیتے ہیں دشمن کو بھی اکثر راہ دوست
خضر مر جائیں تو کوئی رہنما پیدا کروں

ہائے کیوں آیا نہ صورت آفریں کو یہ خیال
آئیں گے کس کام یہ بت ان کو کیا پیدا کروں

سب دکھانے کے ہیں قابل دل میں جتنے داغ ہیں
کون سا پوشیدہ رکھوں کون سا پیدا کروں

دل کو ہے اے داغ عمرِ جاوداں کی آرزو
میں کہاں سے چشمۂ آبِ بقا پیدا کروں



فلک دیتا ہے جن کو عیش ان کو غم بھی ہوتے ہیں
جہاں بجتے ہیں نقارے وہیں ماتم بھی ہوتے ہیں

گلے شکوے کہاں تک ہوں گے آدھی رات تو گزری
پریشاں تم بھی ہوتے ہو پریشاں ہم بھی ہوتے ہیں

زمانہ دوستی پر ان حسینوں کی نہ اترائے
یہ عالم دوست اکثر دشمن عالم بھی ہوتے ہیں

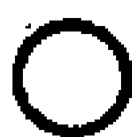
بظاہر رہنما ہیں اور دل میں بدگمانی ہے
ترے کوچے میں جو جاتا ہے آگے ہم بھی ہوتے ہیں

ہمارے ساتھ ہی پیدا ہوا ہے عشق اے ناصح
جدائی کس طرح سے ہو جدا توأم بھی ہوتے ہیں

بچاؤں پیرہن کیا چارہ گر میں دستِ وحشت سے
کہیں ایسے گریباں دامنِ مریم بھی ہوتے ہیں

جو کہتا ہوں کہ مرتا ہوں تو فرماتے ہیں مر جاؤ
جو غش آتا ہے تو مجھ پر ہزاروں دم بھی ہوتے ہیں

کسی کا وعدۂ دیدار تو اے داغ برحق ہے
مگر یہ دیکھیے دل شاد اس دن ہم بھی ہوتے ہیں



کوئی اب تجھ سے آرزو ہی نہیں
اب جو دیکھا تجھے وہ تو ہی نہیں

ناصحوں سے کلام کون کرے
اپنی ایسوں سے گفتگو ہی نہیں

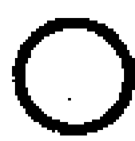
اس قدر ناز ہے تمہیں گویا
کوئی دنیا میں خوبرو ہی نہیں

ہے وہ صورت پرست بھی دیکھو
فقط آئینہ عیب جو ہی نہیں

روکش اس کا ہو کیا گلِ فردوس
وہ نزاکت وہ رنگ و بو ہی نہیں

تیغ تیری عبث ہے تشنہ خوں
اس تنِ زار میں لہو ہی نہیں

عشق میں وضع کیا رہے اے داغ
کہ تجھے پاسِ آبرو ہی نہیں



جو دل قابو میں ہو تو کوئی رسوائے جہاں کیوں ہو
خلش کیوں ہو تپش کیوں ہو قلق کیوں ہو فغاں کیوں ہو

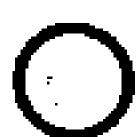
یہ مصرع لکھ دیا ظالم نے میرے لوحِ تربت پر
جو ہو فرقت کی بے تابی تو یوں خوابِ گراں کیوں ہو

ہمیشہ آدمی کا آدمی غمخوار ہوتا ہے
یہی بے اعتباری ہو تو کوئی راز داں کیوں ہو

نئی تاکید ہے ضبطِ محبت کی وہ کہتے ہیں
جگر ہو تو فغاں کیوں ہو دہن ہو تو زباں کیوں ہو

خدا شاہد خدا شاہد ہے کیوں کہتے ہیں وعدوں پر
خدا کو کیا غرض میرے تمہارے درمیاں کیوں ہو

نویدِ جانفزا ہے کیا خبر قاتل کے آنے کی
بتاؤ تو سہی تم داغ ایسے شادماں کیوں ہو



اشکِ خوں رنگ لائے جاتا ہے
داغ اپنی جمائے جاتا ہے

کس صفائی سے تیرے دل کا غبار
مٹتے مٹتے مٹائے جاتا ہے

کتنا باوضع ہے خیال اس کا
بے کسی میں بھی آئے جاتا ہے

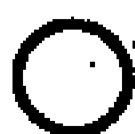
دیکھنا رشک اس کی محفل میں
ایک کو ایک کھائے جاتا ہے

ناامیدی مٹائے جاتی ہے
شوق نقشہ جمائے جاتا ہے

وہ جدھر کو گئے اٹھا یہ شور
وہ قیامت اٹھائے جاتا ہے

آتشِ شوق کیا بجھے ناصح
تو پتنگے لگائے جاتا ہے

اس کا آنا تو درکنار اے داغ
دل ہی قابو سے ہائے جاتا ہے



جفا کی ان بتوں نے یا وفا کی
دیا دل اب تو جو مرضی خدا کی

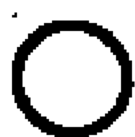
نئی شوخی ہے چشمِ فتنہ زا کی
تغافل یوں کیا، گویا حیا کی

ہمارا دردِ دیکھا جائے کس سے
ہمیشہ روح کھنچتی ہے دوا کی

تم اتنے ہو کہ دو گے ہم کو تعزیر
نہیں کی تو بھی ہاں ہم نے خطا کی

لڑے ہیں غیر سے غصہ ہے مجھ پر
کوئی پوچھے تو میں نے کیا خطا کی

پھر اس بت پر فدا ہیں حضرت داغ
قسم کھائی تھی کعبے میں خدا کی



نکال اب تیر سینے سے کہ جانِ پُر اَلم نکلے
جو یہ نکلے تو دل نکلے جو دل نکلے تو دم نکلے

تمنا وصل کی اک رات میں کیا اے صنم نکلے
قیامت تک یہ نکلے گر نہایت کم سے کم نکلے

ہوئے مغرور وہ جب آہ میری بے اثر دیکھی
کسی کا اس طرح یا رب نہ دنیا میں بھرم نکلے

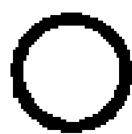
مبارک ہو یہ گھر غیروں کو، تم کو، پاسبانوں کو
ہمارا کیا اجارہ ہے، نکالا تم نے، ہم نکلے

نہ اٹھے مر کے بھی ایسے ترے کوچے میں ہم بیٹھے
محبت میں اگر نکلے تو ہم ثابت قدم نکلے

سمجھ کر رحم دل تم کو دیا تھا ہم نے دل اپنا
مگر تم تو بلا نکلے غضب نکلے ستم نکلے

نہ نکلا دل ہی سینے سے نہ پیکاں ہی جدا نکلا
اگر نکلے تو دونوں آشنا ہو کر بہم نکلے

گئے ہیں رنج و غم اے داغ بعدِ مرگ ساتھ اپنے
اگر نکلے تو یہ اپنے رفیقانِ عدم نکلے



دیکھ سکتے نہیں اس بزم میں اغیار مجھے
لے چلی ہائے کہاں حسرتِ دیدار مجھے

ایسی باتوں سے تو بہتر ہے خموشی واعظ
کہ تری ضد نے کیا اور گنہگار مجھے

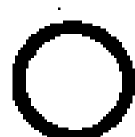
اپنے قاتل سے نہیں خون کا دعویٰ مجھ کو
بلکہ خود جرمِ محبت پہ ہے اقرار مجھے

مانگتا ہے مرے جینے کی دعائیں ظالم
جان کر جی سے خفا، جان سے بیزار مجھے

بوئے ہیں تیری محبت نے ہزاروں کانٹے
دل ملا ہے کہ ملی وادیٔ پر خار مجھے

ہم نشیں تجھ سے وہ ہیں، خاک کہوں خلوت میں
آج جو اس نے کہا ہے سرِ بازار مجھے

دل مرا لے کے وہ پچھتائے ہیں دل میں اے داغ
نظر آتی ہے پھری چشمِ خریدار مجھے



بے درد ہیں جو درد کسی کا نہیں رکھتے
ایسے بھی ہیں یارب کہ تمنا نہیں رکھتے

غیرت یہی کہتی ہے نہ ہو عشق میں شرکت
ہم حضرتِ دل کا بھی سہارا نہیں رکھتے

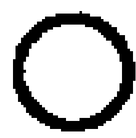
تم زندہ ہمیں چھوڑ کے گھر جاؤ نہ شب کو
مُردے کو بھی انسان کے تنہا نہیں رکھتے

پروانہ و بلبل کو تو سب کہتے ہیں عاشق
کیا قہر ہے تم نام ہمارا نہیں رکھتے

بے باک ہو سفاک ہو جو آج ہو تم ہو
بندے ہو مگر خوف خدا کا نہیں رکھتے

اچھا ہو تو کیا جانے کرے کیا یہ برائی
ہم جان کے دل کو کبھی اچھا نہیں رکھتے

اے داغ یہ کس کام کی مستی و جوانی
تم اس میں جو اندیشۂ فردا نہیں رکھتے



سنبھال کر کوئی لے جائے اس کے پاس مجھے
بٹھائے دیتی ہے اک اک قدم پہ یاس مجھے

وہ شب کو نشے میں جھجکے جو مَس کا کل سے
بلا بلا کے بٹھاتے تھے اپنے پاس مجھے

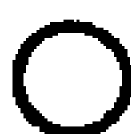
غضب میں آ گئے جنت کے رہنے والے بھی
اداس ہو گئے سب دیکھ کر اداس مجھے

رقیب سے سرِ محفل کلام ہوتے ہیں
سمجھ لیا ہے ستمگر نے بدحواس مجھے

دیا ہے زہر مرے چارہ گر نے تنگ آ کر
دوا تو خوب ملی ہے جو آئے راس مجھے

بنا دیا غمِ فرقت نے سنگدل ایسا
کہ موت سے نہیں آتی کبھی ہراس مجھے

صنم پرست کو اے داغ شیخ کیا سمجھے
جو برہمن ہو وہ جانے خدا شناس مجھے



مرے کوچے میں وہ کن شوخیوں سے جا بجا ٹھہرے
بڑھے بڑھ کر تھمے دم بھر چلے چل کر ذرا ٹھہرے

تغافل کی نہ ٹھہرے آج قاتل فیصلہ ٹھہرے
نہیں تلوار تو فقرہ کوئی چلتا ہوا ٹھہرے

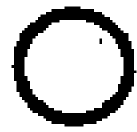
تسلی دل کو جو دیتے ہیں کیسے لوگ ہیں یا رب
جگر ہی جب نہ ٹھہرے تو جگر پر ہاتھ کیا ٹھہرے

اڑا جاتا ہے مطلب کیا لکھوں میں خط میں اے قاصد
پریشانی ٹھہرنے دے تو دل میں مدعا ٹھہرے

مری افتادگی نے آسماں پر مجھ کو پہنچایا
زمیں پر وہ نہ ٹھہرے جو تمہاری خاکِ پا ٹھہرے

وہی انسان پورا ہے کہ اس کے ہم تو قائل ہیں
بھلوں میں جو بھلا ٹھہرے بروں میں جو برا ٹھہرے

قسم ہے اس کی یہ مرضی نہیں اے داورِ محشر
کہ مجرم داغؔ ٹھہرے اور دشمن بے خطا ٹھہرے



ترے وعدے کو بتِ حیلہ جو نہ قرار ہے نہ قیام ہے
کبھی شام ہے کبھی صبح ہے کبھی صبح ہے کبھی شام ہے

مرا ذکر ان سے جو آ گیا کہ جہاں میں ایک ہے باوفا
تو کہا کہ میں نہیں جانتا مرا دور ہی سے سلام ہے

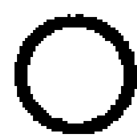
کبھی دیکھ تو سرِ رہگزر کہ تڑپتے کتنے ہیں خاک پر
نہ چل ایسی چال اے فتنہ گر کوئی یہ بھی طرزِ خرام ہے

اسے آج دیکھ کے جلوہ گر مجھے آئی قدرتِ حق نظر
کہ یہ شمس ہے کہ یہ ہے قمر کہ وہ حور وش لبِ بام ہے

وہ ستم سے ہاتھ اٹھائے کیوں وہ کسی کا دل نہ دکھائے کیوں
کوئی اس میں مر ہی نہ جائے کیوں اسے اپنے کام سے کام ہے

ہوئیں مدتیں کہ نہیں خبر وہ کدھر ہیں اور ہیں ہم کدھر
نہ ہے نامہ بر نہ پیامبر نہ سلام ہے نہ پیام ہے

دل و دیں کا جس کو نہ پاس ہو یہی نامراد ہو دیکھ لو
جسے داغ کہتے ہیں اے بتو اسی روسیاہ کا نام ہے



کیا تھا جرم وفا لذتِ سزا کے لیے
ستم کے لطف اٹھائے مزے جفا کے لیے

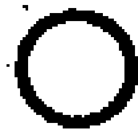
بڑا مزا ہو جو محشر میں ہم کریں شکوہ
وہ منتوں سے کہے چپ رہو خدا کے لیے

اثر تو لوٹ لیا بات بات نے تیری
رہا نہ کچھ بھی مری عرضِ مدعا کے لیے

ملے تو حشر میں لے لوں زبان ناصح کی
عجیب چیز ہے یہ طول مدعا کے لیے

نہیں ضرور کہ اس کی کوئی خطا ہی کرے
بہانہ چاہئے کیا ظلمِ ناروا کے لیے

ترے کہے سے ہم اے داغ چھوڑ دیں گے عشق
خدا کے واسطے دیتا ہے کیوں خدا کے لیے



یہ تو پوچھیں مرے مرقد پہ گزرنے والے
کیا گزرتی ہے تری جان پہ مرنے والے

مرحبا اے دل و دیں لے کے مکرنے والے
ہاتھ کانوں پہ مرے نام سے دھرنے والے

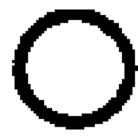
منزلِ عیش نہیں ہے یہ سرائے فانی
رات کی رات ٹھہر جائیں ٹھہرنے والے

کثرتِ داغِ محبت سے کھلا ہے گلزار
سیر کرتے ہیں مرے دل میں گزرنے والے

غنچہ و گل میں دھرا کیا ہے بتا اے بلبل
جمع ہیں چند ورق وہ بھی بکھرنے والے

یہی اقرار، یہی قول، یہی وعدہ تھا
او دغا باز، فسوں ساز، مکرنے والے

داغ کہتے ہیں جنھیں، دیکھیے وہ بیٹھے ہیں
آپ کی جان سے دور، آپ پہ مرنے والے



وہ آئے خندہ پیشانی کہیں سے
تبسم ہے عیاں چینِ جبیں سے

کسی کا رشک حوروں کو الٰہی
نکلوا دے نہ فردوسِ بریں سے

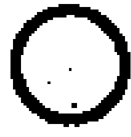
مری بربادیوں کی مشورت کو
فلک چھپ چھپ کے ملتا ہے زمیں سے

لگا دو تیر بھی انکار کے ساتھ
چلے گا کام کیا خالی نہیں سے

ڈھلا سارا بدن سانچے میں گویا
ذرا اترا نہیں ظالم کہیں سے

شبِ وعدہ زباں تھک گئی ہے
کہاں تک قصہ خوانی ہم نشیں سے

کبھی دیکھا ہے اتنا داغ کو خوش
چلے آتے ہیں یہ حضرت وہیں سے



وہ ظالم غیر کے ہمراہ بن ٹھن کر نکلتا ہے
بن آتی بھی نہیں کچھ اور اپنا جی بھی جلتا ہے

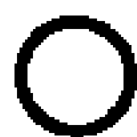
ملے محشر میں گر مجھ کو یہ کافی ہے عذاب اس کو
کہ یارب وہ بتِ کافر مرے سائے سے جلتا ہے

پڑا ہوں سنگِ راہِ دوست بن کر کوئی دشمن میں
سنا ہے آدمی کچھ ٹھوکریں کھا کر سنبھلتا ہے

ادھر ٹھہرے ادھر ٹھہرے اسے دیکھا اسے دیکھا
تماشا گاہِ محشر میں ہمارا دل بہلتا ہے

جنوں نے اپنے گھر کو بھی نہ چھوڑا یہ جنوں دیکھو
تپش سے داغ سودا کی دماغ اپنا پگھلتا ہے

وہ سن کر نالہ گھبرائے تو غیروں نے تسلی دی
نہیں یہ داغ کی فریاد کوئی راہ چلتا ہے



آشفتگی کسی کی اثر کچھ تو کر گئی
بن بن کے رخ پہ زلف تمہارے بکھر گئی

کیا کہیے کس طرح سے جوانی گزر گئی
بدنام کرنے آئی تھی بدنام کر گئی

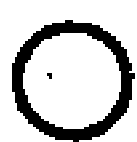
نخلِ مراد پھونک دیا آہِ گرم نے
آئندہ آفرینشِ برگ و ثمر گئی

کیا کیا رہی سحر کو شبِ وصل کی تلاش
کہتا رہا ابھی تو یہیں تھی کدھر گئی

میری شبِ فراق پہ کعبے میں شور ہے
یارب غضب ہوا کہ نمازِ سحر گئی

رہتی ہے کب بہارِ جوانی تمام عمر
مانندِ بوئے گل اِدھر آئی اُدھر گئی

اے داغ کیا کہوں شبِ فرقت کی واردات
جو میرے ہاتھ سے مرے دل پر گزر گئی



سبق ایسا پڑھا دیا تو نے
دل سے سب کچھ بھلا دیا تو نے

ہم نکمے ہوئے زمانے کے
کام ایسا سکھا دیا تو نے

لاکھ دینے کا ایک دینا ہے
دلِ بے مدعا دیا تو نے

کیا بتاؤں کہ کیا لیا میں نے
کیا کہوں میں کہ کیا دیا تو نے

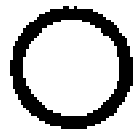
بے طلب جو ملا ملا مجھ کو
بے غرض جو دیا، دیا تو نے

جس قدر میں نے تجھ سے خواہش کی
اس سے مجھ کو سوا دیا تو نے

مٹ گئے دل سے نقش باطل سب
نقشہ اپنا جما دیا تو نے

مجھ گنہگار کو جو بخش دیا
تو جہنم کو کیا دیا تو نے

داغ کو کون دینے والا تھا
جو دیا اے خدا دیا تو نے



کعبے کی ہے ہوس کبھی کوئے بتاں کی ہے
مجھ کو خبر نہیں مری مٹی کہاں کی ہے

سن کر مرا فسانہ انہیں لطف آ گیا
سنتا ہوں اب کہ روز طلب قصہ خواں کی ہے

کچھ تازگی ہو لذتِ آزار کے لیے
ہر دم مجھے تلاش نئے آسماں کی ہے

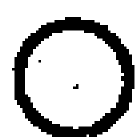
حسرت برس رہی ہے ہمارے مزار پر
کہتے ہیں سب یہ قبر کسی نوجواں کی ہے

قاصد کی گفتگو سے تسلی ہو کس طرح
چھپتی نہیں وہ بات جو تیری زباں کی ہے

سن کر مرا فسانۂ غم' اس نے یہ کہا
ہو جائے جھوٹ سچ' یہی خوبی بیاں کی ہے

اردو ہے جس کا نام ہمیں جانتے ہیں داغ
ہندوستاں میں دھوم ہماری زباں کی ہے

آفتابِ داغ



تو جو اللہ کا محبوب ہوا خوب ہوا
یا نبیؐ خوب ہوا خوب ہوا خوب ہوا

شبِ معراج یہ کہتے تھے فرشتے باہم
سخن طالب و مطلوب ہوا خوب ہوا

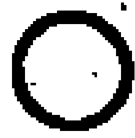
اے شہنشاہِؐ رسل فخرِؐ رسل ختمؐ رسل
خوب سے خوب خوش اسلوب ہوا خوب ہوا

حشر میں امتِ عاصی کا ٹھکانہ ہی نہ تھا
بخشوانا تجھے مرغوب ہوا خوب ہوا

حسنِ یوسف میں ترا نور تھا اے نورِ خدا
چارۂ دیدۂ یعقوب ہوا خوب ہوا

فخر آدم کو نہ ہوتا جو فرشتہ ہوتا
بنی آدم سے جو منسوب ہوا خوب ہوا

داغ ہے روزِ قیامت مری شرم اس کے ہاتھ
میں گناہوں سے جو محجوب ہوا خوب ہوا



ایک ہی رنگ ہے سب کا یہ تماشا کیسا
کوئی کیسا ہے، کوئی چاہنے والا کیسا

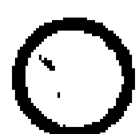
روئے ہم یاس میں اس رنگ کا رونا کیسا
پانی ہو ہو کے بہا خونِ تمنا کیسا

عرصۂ حشر میں انصاف ہمارا کیسا
دیکھنا یہ ہے کہ ہوتا ہے تماشا کیسا

خوبیاں لاکھ کسی میں ہوں تو ظاہر نہ کریں
لوگ کرتے ہیں بری بات کا چرچا کیسا

قیس و فرہاد کے قصے تو سنا کرتے تھے
داد دو اس کی کہ ہم نے تمھیں چاہا کیسا

غیر کا ذکرِ وفا اور ہمارے آگے
داغ اس بات سے جلتا ہے کلیجا کیسا



غیر کو منہ لگا کے دیکھ لیا
جھوٹ سچ آزما کے دیکھ لیا

ان کے گھر داغ جا کے دیکھ لیا
دل کے کہنے میں آ کے دیکھ لیا

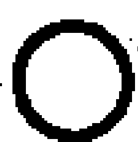
لوگ کہتے ہیں چپ لگی ہے تجھے
حالِ دل بھی سنا کے دیکھ لیا

زخمِ دل میں نہیں ہے قطرۂ خوں
خوب ہم نے دکھا کے دیکھ لیا

اس نے صبحِ شبِ وصال مجھے
جاتے جاتے بھی آ کے دیکھ لیا

تم کو ہے وصلِ غیر سے انکار
اور جو ہم نے آ کے دیکھ لیا

داغ نے خوب عاشقی کا مزا
جل کے دیکھا جلا کے دیکھ لیا



اس کعبۂ دل کو کبھی ویراں نہیں دیکھا
اس بت کو کب اللہ کا مہماں نہیں دیکھا

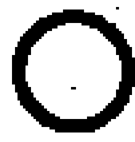
کیا تو نے مرا حالِ پریشاں نہیں دیکھا
اس طرح سے دیکھا کہ مری جاں نہیں دیکھا

جب ہاتھ پڑا وصل میں شوخی سے کسی کا
پھر ہم نے گریباں کو گریباں نہیں دیکھا

لو اور سنو کہتے ہیں وہ دیکھ کے مجھ کو
جو حال سنا تھا وہ پریشاں نہیں دیکھا

کہتی ہے مری قبر پہ رو رو کے محبت
یوں خاک میں ملتے ہوئے ارماں نہیں دیکھا

کیا پوچھتے ہو کون ہے کس کی ہے یہ شہرت
کیا تم نے کبھی داغ کا دیواں نہیں دیکھا



کس نے کہا کہ داغِ وفادار مر گیا
وہ ہاتھ مل کے کہتے ہیں کیا یار مر گیا

دامِ بلائے عشق کی وہ کشمکش رہی
اک اک پھڑک پھڑک کے گرفتار مر گیا

بیداد گر کو رہ گئی کیا حسرتِ ستم
جب اپنی موت کوئی دلِ افگار مر گیا

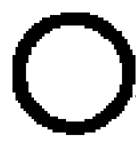
بدتر ہے موت سے بھی زیادہ یہ زندگی
وہ جی گیا جو عشق کا بیمار مر گیا

ہے تیرے جنسِ حسن میں تاثیر زہر کی
جس کی نظر پڑی وہ خریدار مر گیا

آنکھیں کھلی ہوئی ہیں پسِ مرگ اس لیے
جانے کوئی کہ طالبِ دیدار مر گیا

جس سے کیا ہے آپ نے اقرار جی گیا
جس نے سنا ہے آپ سے انکار مر گیا

پس بے کسی سے داغ نے افسوس جان دی
پڑھ کر ترے فراق کے اشعار مر گیا



جب جوانی کا مزا جاتا رہا
زندگانی کا مزا جاتا رہا

وہ قسم کھاتے ہیں اب ہر بات پر
بدگمانی کا مزا جاتا رہا

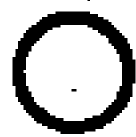
درد نے اٹھ کر اٹھایا بزم سے
ناتوانی کا مزا جاتا رہا

غیر پر لطف و کرم ہونے لگا
مہربانی کا مزا جاتا رہا

نامہ بر نے طے کیے سارے پیام
منہ زبانی کا مزا جاتا رہا

کوئی دن کی اب ہوا کھاتے ہیں ہم
دانے پانی کا مزا جاتا رہا

داغ ہی کے دم سے تھا لطفِ سخن
خوش بیانی کا مزا جاتا رہا



غیر بھی میری طرح کرتے ہیں آہیں کیونکر
میں بھی دیکھوں کہ پلٹتی ہیں نگاہیں کیونکر

نہ دلاسا نہ تسلی نہ تشفی نہ وفا
دوستی اس بتِ بدخو سے نباہیں کیونکر

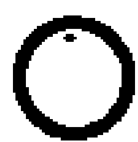
چاہ کا نام جب آتا ہے بگڑ جاتے ہو
وہ طریقہ تو بتاؤ تمہیں چاہیں کیونکر

شرم سے آنکھ ملاتے نہیں دیکھا ان کو
پار ہوتی ہیں کلیجے سے نگاہیں کیونکر

یہ چلن کس نے سکھائے یہ طریقے کس نے
آ گئیں جور و جفا کی تمہیں راہیں کیونکر

لالہ و گل کو جو دیکھا تو کہا مجنوں نے
سر پہ کانٹوں کے ہوں یہ سرخ کلاہیں کیونکر

داغ وہ چاہتے ہیں غیر کو چاہے یہ بھی
جو برا چاہے ہمارا اسے چاہیں کیونکر



محشر میں بھی کسی کے اٹھائیں گے ناز ہم
ایسے نیاز مند ہیں اے بے نیاز ہم

کیا کیا بہانے موت سے کرتے ہیں رات دن
تجھ سے زیادہ ہجر میں ہیں حیلہ ساز ہم

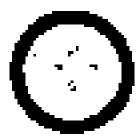
انسان کی مجال یہ طاقت بشر کی ہے
تم جانتے ہو جیسے اٹھاتے ہیں ناز ہم

دل کی بری بھلی کو سمجھ لے پیام بر
کیا دخل دیں کہ اس کے نہیں ہیں مجاز ہم

واعظ یہی نہ کہہ دے کہ پیدا ہی کیوں ہوئے
دنیا میں آئیں اور مریں پاک باز ہم

اس میں بھی کوئی بھید ہے تم جانتے نہیں
کہتے ہیں ایک ایک سے کیوں دل کے راز ہم

دو دن گئے کہ داغؔ تھی ہر دم بتوں کی یاد
پڑھتے ہیں پانچ وقت کی اب تو نماز ہم



ہم تصور میں بھی جو بات ذرا کہتے ہیں
سب میں اڑ جاتی ہے ظالم اسے کیا کہتے ہیں

سب مجھے شیفتۂ ناز و ادا کہتے ہیں
تم تو کہتے ہی نہیں کچھ اسے کیا کہتے ہیں

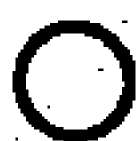
جو بھلے ہیں وہ بروں کو بھی بھلا کہتے ہیں
نہ برا سنتے ہیں اچھے نہ برا کہتے ہیں

میں گنہگار، اگر عشقِ مجازی ہے گناہ
میں خطاوار، اگر اس کو خطا کہتے ہیں

چوٹ کھانے سے جو دل ٹوٹ گیا ہے اپنا
لوگ اس کو بھی ترا عہدِ وفا کہتے ہیں

نہیں ملتا کسی مضموں میں ہمارا مضموں
طرز اپنا ہے جدا سب سے جدا کہتے ہیں

پہلے تو داغ کی تعریف ہوا کرتی تھی
اب خدا جانے وہ کیوں اس کو برا کہتے ہیں



بتانِ ماہ وش اجڑی ہوئی منزل میں رہتے ہیں
کہ جس کی جان جاتی ہے اسی کے دل میں رہتے ہیں

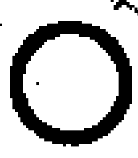
زمیں پر پاؤں نفرت سے نہیں رکھتے پری پیکر
یہ گویا اس مکاں کی دوسری منزل میں رہتے ہیں

ہزاروں حسرتیں وہ ہیں کہ روکے سے نہیں رکتیں
بہت ارمان ایسے ہیں کہ دل کے دل میں رہتے ہیں

محیطِ عشق کی ہر موجِ طوفاں خیز ایسی ہے
وہ ہیں گرداب میں جو دامنِ ساحل میں رہتے ہیں

ہمیں دشوار جینا عار تم کو قتل کرنے سے
بڑی مشکل میں رکھتے ہو بڑی مشکل میں رہتے ہیں

کوئی نام و نشاں پوچھے تو اے قاصد بتا دینا
تخلص داغ ہے وہ عاشقوں کے دل میں رہتے ہیں



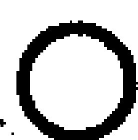
نگاہ پھیر کے عذرِ وصال کرتے ہیں
مجھے وہ الٹی چھری سے حلال کرتے ہیں

زبان قطع کرو، دل کو کیوں جلاتے ہو
اسی سے شکوہ اسی سے سوال کرتے ہیں

مرے مزار کو وہ ٹھوکروں سے ٹھکرا کر
فلک سے کہتے ہیں یوں پائمال کرتے ہیں

وہاں فریب و دغا میں کمی کہاں توبہ
ہزار چال کی وہ ایک چال کرتے ہیں

ہزاروں کام محبت میں ہیں مزے کے داغ
جو لوگ کچھ نہیں کرتے کمال کرتے ہیں



بھویں تنتی ہیں، خنجر ہاتھ میں ہے، تن کے بیٹھے ہیں
کسی سے آج بگڑی ہے کہ وہ یوں بن کے بیٹھے ہیں

الٰہی کیوں نہیں اُٹھتی قیامت ماجرا کیا ہے
ہمارے سامنے پہلو میں وہ دشمن کے بیٹھے ہیں

سبک ہو جائیں گے گر جائیں گے وہ بزمِ دشمن میں
کہ جب تک گھر میں بیٹھے ہیں وہ لاکھوں من کے بیٹھے ہیں

نگاہِ شوخ و چشمِ شوق میں در پردہ چھنتی ہے
کہ وہ چلمن میں ہیں، نزدیک ہم چلمن کے بیٹھے ہیں

یہ اٹھنا بیٹھنا محفل میں ان کا رنگ لائے گا
قیامت بن کے اٹھیں گے، بھبوکا بن کے بیٹھے ہیں

قسم دے کر انہیں یہ پوچھ لو تم رنگ ڈھنگ اس کے
تمہاری بزم میں کچھ دوست بھی دشمن کے بیٹھے ہیں

کوئی چھینٹا پڑے تو داغ کلکتے چلے جائیں
عظیم آباد میں ہم منتظر ساون کے بیٹھے ہیں



دل گیا تم نے لیا ہم کیا کریں
جانے والی چیز کا غم کیا کریں

میں نے مر کر ہجر میں پائی شفا
ایسے اچھے کا وہ ماتم کیا کریں

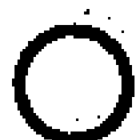
دل نے سیکھا شیوۂ بیگانگی
ایسے نامحرم کو محرم کیا کریں

معرکہ ہے آج حسن و عشق کا
دیکھیے وہ کیا کریں ہم کیا کریں

تند خو ہے کب سنے وہ دل کی بات
اور بھی برہم کو برہم کیا کریں

آئنہ ہے اور وہ ہیں دیکھیے
فیصلہ دونوں یہ باہم کیا کریں

کہتے ہیں اہلِ سفارش مجھ سے داغ
تیری قسمت ہے بری، ہم کیا کریں



ممکن نہیں کہ تیری محبت کی بو نہ ہو
کافر اگر ہزار برس دل میں تو نہ ہو

کیا لطفِ انتظار جو تو حیلہ جو نہ ہو
کس کام کا وصال اگر آرزو نہ ہو

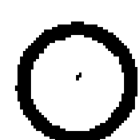
وہ آدمی کہاں ہے وہ انسان ہے کہاں
جو دوست کا ہو دوست عدو کا عدو نہ ہو

دل کو مسل مسل کے ذرا ہاتھ سونگھیے
ممکن نہیں کہ خونِ تمنا کی بو نہ ہو

زاہد مزا تو جب ہے عذاب و ثواب کا
دوزخ میں بادہ کش نہ ہوں جنت میں تو نہ ہو

یہ ٹوٹ کر کبھی نہ بنے گا کسی طرح
زاہد شکست توبۂ شکست سبو نہ ہو

اے داغ آ کے پھر گئے وہ اس کو کیا کریں
پوری جو نامراد تری آرزو نہ ہو



کیوں میری آہ سرد انہیں ناگوار ہو
یہ وہ ہوا نہیں جو کلیجے کے پار ہو

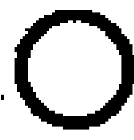
وعدے سے پیشتر یہ دعا مانگ لیجیے
یارب مری قسم کا اسے اعتبار ہو

ہم آدمی ہیں کام کے اے ناصحِ شفیق
دیکھو ہمارے کام جہاں اختیار ہو

تم کو تو شوخیوں سے نہیں چین رات دن
میں جانتا ہوں میری طرح بے قرار ہو

آسودگانِ خاک سے قاتل کو لاگ ہے
اے سونے والو جاگ اٹھو ہوشیار ہو

یہ داغ پارسا ہی کی شہرت ہے ان دنوں
لاکھوں میں ہو نہ ہو وہی پرہیزگار ہو



شبِ وصل ضد میں بسر ہو گئی
نہیں ہوتے ہوتے سحر ہو گئی

نگہ غیر پر بے اثر ہو گئی
تمہاری نظر کو نظر ہو گئی

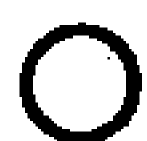
جواب ان کی جانب سے دینے لگا
یہ جرأت تجھے نامہ بر ہو گئی

برے حال سے یا بھلے حال سے
تمہیں کیا ہماری بسر ہو گئی

میسر ہمیں خوابِ راحت کہاں
ذرا آنکھ جھپکی سحر ہو گئی

کہو کیا کرو گے مرے وصل کی
جو مشہور جھوٹی خبر ہو گئی

غمِ ہجر سے داغ مجھ کو نجات
یقیں تھا نہ ہو گی مگر ہو گئی



پھرے راہ سے وہ یہاں آتے آتے
اجل مر رہی تو کہاں آتے آتے

مجھے یاد کرنے سے یہ مدعا تھا
نکل جائے دم ہچکیاں آتے آتے

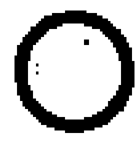
نہ جانا کہ دنیا سے جاتا ہے کوئی
بہت دیر کی مہرباں آتے آتے

ابھی سن ہی کیا ہے جو بیباکیاں ہوں
انہیں آئیں گی شوخیاں آتے آتے

نتیجہ نہ نکلا، تھکے سب پیامی
وہاں جاتے جاتے یہاں آتے آتے

مرے آشیاں کے تو تھے چار تنکے
چمن اڑ گیا آندھیاں آتے آتے

نہیں کھیل اے داغ یاروں سے کہہ دو
کہ آتی ہے اردو زباں آتے آتے



پھر کہیں چھپتی ہے ظاہر جب محبت ہو چکی
ہم بھی رسوا ہو چکے ان کی بھی شہرت ہو چکی

دیکھ کر آئینہ آپی آپ وہ کہنے لگے
شکل یہ پریوں کی یہ حوروں کی صورت ہو چکی

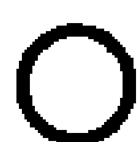
مر گئے ہم مر گئے اس ظلم کی کچھ حد بھی ہے
بے وفائی ہو چکی اے بے مروت ہو چکی

کثرتِ ناز و ادا نے صبر کی فرصت نہ دی
دوسری برپا ہوئی جب اک قیامت ہو چکی

ہم بدل جائیں گے کیا؟ قسمت بدل جائے گی کیا
جب نہ دنیا میں ہوئی عقبیٰ میں راحت ہو چکی

ہم سے دیوانوں سے کترا کر چلے ناصح نہ کیوں
جانتا ہے وہ کہ ایسوں کو نصیحت ہو چکی

اس زمیں میں شعر کہنے کا مزا پاؤ گے داغ
اب تو جو ہونی تھی اے حضرت سلامت ہو چکی

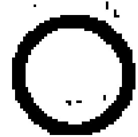


تڑپتے ہیں انہیں غیروں کی چاہت ایسی ہوتی ہے
خدا کی شان ہے ایسوں کی حالت ایسی ہوتی ہے

ترا دل سنگدل پگھلے تو جب اس کو یقیں آئے
کہ اس کی شان ایسی اس کی قدرت ایسی ہوتی ہے

وہ مجھ کو دیکھتے ہی دور سے منہ پھیر لیتے ہیں
جو ہوتی ہے تو اب صاحب سلامت ایسی ہوتی ہے

ذرا سی بات پر اے داغ تم ان سے بگڑتے ہو
اسی کا نام الفت ہے، محبت ایسی ہوتی ہے



آپ کا اعتبار کون کرے
روز کا انتظار کون کرے

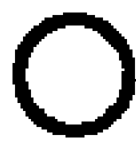
ذکرِ مہر و وفا تو ہم کرتے
پھر تمہیں شرمسار کون کرے

ہو جو اس چشمِ مست سے بےخود
پھر اسے ہوشیار کون کرے

آفتِ روزگار جب تم ہو
شکوۂ روزگار کون کرے

اپنی تسبیح رہنے دے زاہد
دانہ دانہ شمار کون کرے

داغ کی شکل دیکھ کر بولے
ایسی صورت کو پیار کون کرے



رنج کی جب گفتگو ہونے لگی
آپ سے تم، تم سے تو ہونے لگی

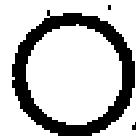
چاہیے پیغام بر دونوں طرف
لطف کیا، جب دوبدو ہونے لگی

میری رسوائی کی نوبت آ گئی
ان کی شہرت کوبکو ہونے لگی

ناامیدی بڑھ گئی ہے اس قدر
آرزو کی آرزو ہونے لگی

اب کے مل کر دیکھیے کیا رنگ ہو
پھر ہماری جستجو ہونے لگی

داغ اترائے ہوئے پھرتے ہیں آج
شاید ان کی آبرو ہونے لگی



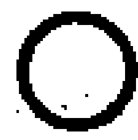
نارَوا کہیے ناسزا کہیے
کہیے کہیے مجھے بُرا کہیے

تجھ کو بد عہد و بے وفا کہیے
ایسے جھوٹے کو اور کیا کہیے

پھر نہ رکیے جو مدعا کہیے
ایک کے بعد دوسرا کہیے

آپ اب میرا منہ نہ کھلوائیں
یہ نہ کہیے کہ مدعا کہیے

ہوش جاتے رہے رقیبوں کے
داغ کو اور باوفا کہیے



ملتے ہی بے باک تھی وہ آنکھ شرمائی ہوئی
پھر گئی پچھتا کے پلکوں تک حیا آئی ہوئی

ہر ادا مستانہ سر سے پاؤں تک چھائی ہوئی
اف تری کافر جوانی جوش پر آئی ہوئی

ہائے دنیا تو کہاں وہ عیب پوشی اب کہاں
عرصۂ محشر میں رسوائی سی رسوائی ہوئی!

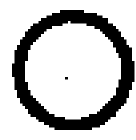
مجھ کو یہ دعویٰ کوئی تیرے سوا دل میں نہیں
اس کا یہ الزام اچھی قیدِ تنہائی ہوئی

بھولے بَن کر ان کے منہ سے سن لیا حالِ رقیب
عمر بھر میں ایک ہی تو ہم سے دانائی ہوئی

ان کی مٹھی میں جو دل تڑپا دبا کر یہ کہا
چھوٹتی ہے کوئی ایسی چیز ہاتھ آئی ہوئی

دیکھ کر قاتل کی آمد داغ دل میں شاد شاد
اور غم خواروں کے منہ پر مردنی چھائی ہوئی

ماہتابِ داغ



یارب ہے بخش دینا بندے کو کام تیرا
محروم رہ نہ جائے کل یہ غلام تیرا

جب تک ہے دل بغل میں ہر دم ہو یاد تیری
جب تک زباں ہے منہ میں جاری ہو نام تیرا

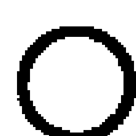
ایمان کی کہیں گے ایمان ہے ہمارا
احمدؐ رسول تیرا مصحف کلام تیرا

شمس الضحیٰ محمدؐ بدر الدجیٰ محمدؐ
ہے نورِ پاک روشن ہر صبح و شام تیرا

ہے تو ہی دینے والا پستی سے دے بلندی
اسفل مقام میرا اعلیٰ مقام تیرا

بے چون و بے چگوں ہے بے شبہ ذات تیری
واحدؑ احدؑ صمد ہےؑ اللہ نام تیرا

یہ داغ بھی نہ ہو گا تیرے سوا کسی کا
کونین میں ہے جو کچھ وہ ہے تمام تیرا



اچھی صورت پہ غضب ٹوٹ کے آنا دل کا
یاد آتا ہے ہمیں ہائے زمانا دل کا

تم بھی منہ چوم لو بے ساختہ پیار آ جائے
میں سناؤں جو کبھی دل سے فسانہ دل کا

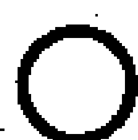
نگہِ یار نے کی خانہ خرابی ایسی
نہ ٹھکانا ہے جگر کا، نہ ٹھکانا دل کا

پوری مہندی بھی لگانی نہیں آتی اب تک
کیوں کر آیا تجھے غیروں سے لگانا دل کا

غنچہ و گل کو وہ مٹھی میں لیے آتے تھے
میں نے پوچھا تو کیا مجھ سے بہانا دل کا

ان حسینوں کا لڑکپن ہی رہے یا اللہ
ہوش آتا ہے تو آتا ہے ستانا دل کا

بعد مدت کے یہ اے داغؔ سمجھ میں آیا
وہی دانا ہے کہا جس نے نہ مانا دل کا



حسینوں کی وفا کیسی جفا کیا
جو دل آیا تو پھر اچھا برا کیا

ڈریں کیوں پرسشِ روزِ جزا سے
جو پوچھے ہم کو اس کا پوچھنا کیا

بگڑ بیٹھے عبث ذکرِ عدو پر
سنا کیا آپ نے میں نے کہا کیا

یہ سنوایا فغانِ بے اثر نے
کرے گا اور تو اس کے سوا کیا

ذرا دم لو کہیں گے حالِ دل بھی
ہمارے لب پہ رکھا ہے گلا کیا

کبھی تڑپا کے دل پر ہاتھ رکھنا
کبھی کہنا اسے، یہ ہو گیا کیا

کہا ظالم نے سن کر داغ کا حال
بہت اچھے ہیں، ان کا پوچھنا کیا



برا ہے شاد کو ناشاد کرنا
سمجھ کر سوچ کر بیداد کرنا

نہیں آتا ہمیں برباد کرنا
یہ پھر کہنا' یہ پھر ارشاد کرنا!

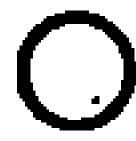
مزے صیاد کو اک کھیل ٹھہرا
پھنسا کر دام میں آزاد کرنا

جو آنکھوں میں ہے دل میں ہو وہی نور
الٰہی دونوں گھر آباد کرنا

رہے بعدِ فنا بھی جس کی لذت
قسم ہے تم کو وہ بیداد کرنا

غمِ دنیا و دیں میں مبتلا ہوں
مرے مولا مری امداد کرنا

چھپانا رازِ وصلِ احباب سے داغ
پھر ارمانِ مبارک باد کرنا



تو ہی اپنے ہاتھ سے جب دل ربا جاتا رہا
دل کی بھی پروا نہیں، جاتا رہا جاتا رہا

جس توقع پر تھی اپنی زندگی، وہ مٹ گئی
جو بھروسا تھا ہمیں وہ آسرا جاتا رہا

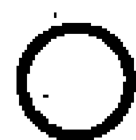
اب کئی دن سے وہ رسم وراہ بھی موقوف ہے
ورنہ برسوں نامہ بر آتا رہا جاتا رہا

مرگِ دشمن کا زیادہ تم سے ہے مجھ کو ملال
دشمنی کا لطف، شکوے کا مزا جاتا رہا

ہو سکے مطلب نگاری کیا پریشاں طبع سے
ذہن میں آتے ہی حرفِ مدعا جاتا رہا

کس قدر ان کو فراقِ غیر کا افسوس ہے
ہاتھ ملتے ملتے سب رنگِ حنا جاتا رہا

داغ کچھ درہم نہ تھا جس کا انہیں ہوتا ملال
ہو گیا گم، ہو گیا، جاتا رہا، جاتا رہا



لے چلا جان مری، روٹھ کے جانا تیرا
ایسے آنے سے تو بہتر تھا نہ آنا تیرا

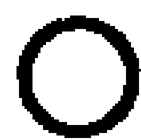
تو جو اے زلف! پریشان رہا کرتی ہے
کس کے اجڑے ہوئے دل میں ہے ٹھکانا تیرا

آرزو ہی نہ رہی صبحِ وطن کی مجھ کو
شامِ غربت ہے عجب وقت سہانا تیرا

تو خدا تو نہیں اے ناصحِ ناداں میرا
کیا خطا کی جو کہا میں نے نہ مانا تیرا

میں جو کہتا ہوں اٹھائے ہیں بہت رنجِ فراق
وہ یہ کہتے ہیں بڑا دل ہے توانا تیرا

داغ کو یوں وہ مٹاتے ہیں یہ فرماتے ہیں
تو بدل ڈال ہوا نام پرانا تیرا



غیر کو منہ لگا کے دیکھ لیا
جھوٹ سچ آزما کے دیکھ لیا

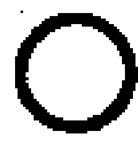
ان کے گھر داغ جا کے دیکھ لیا
دل کے کہنے میں آ کے دیکھ لیا

لوگ کہتے تھے چپ لگی ہے تجھے
حالِ دل بھی سنا کے دیکھ لیا

اس نے صبحِ شبِ وصال مجھے
جاتے جاتے بھی آ کے دیکھ لیا

تم کو ہے وصلِ غیر سے انکار
اور جو ہم نے آ کے دیکھ لیا

داغ نے خوب عاشقی کا مزا
جل کے دیکھا، جلا کے دیکھ لیا



میری وحشت سے جو اس کا دل حیراں الٹا
بخیہ گر سینے لگا چاکِ گریباں الٹا

خاک کیا کیا نہ اڑائی ترے دیوانوں نے
دشت پر دشت بیاباں پہ بیاباں الٹا

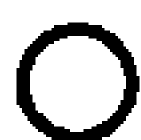
روتے روتے وہ تبسم جو کبھی یاد آیا
پھر گیا اشک بھی آ کر سرِ مژگاں الٹا

ہونٹ چاٹا ہی کیا ہر دہنِ زخمِ جگر
آج جھنجھلا کے جو قاتل نے نمک داں الٹا

لے چلا بارِ گنہ میں تو عدم کو مجبور
اختیار اس کو ہے گر پھیر دے ساماں الٹا

پڑ گئے لینے کے دینے سرِ محشر ہم کو
ہو گیا نفع کی امید میں نقصاں الٹا

خط نہ آیا جو وہاں سے تو نہ آئے اے داغ
نامہ بر زندہ پھر آئے کسی عنواں الٹا



زمیں سے قدم عرش پر لے گیا
فرشتوں سے بازی بشر لے گیا

مرا دل وہ تیرِ نظر لے گیا
جگر لینے والا جگر لے گیا

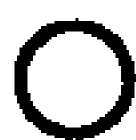
کہوں کیا کدھر سے کدھر لے گیا
جدھر لے گیا راہبر لے گیا

وہ پھر مجھ سے دل حیلہ گر لے گیا
ادھر دے گیا تھا ادھر لے گیا

چھپایا بہت ہم نے پہلو میں دل
کوئی لینے والا مگر لے گیا

رقیبوں کے ہاتھوں سے محشر کے دن
تمہیں چھین کر میں اگر لے گیا

یہ کیا ایسی وحشت ہوئی داغ کو
اٹھا کر کہاں گھر کا گھر لے گیا



یہ میں ہزار جگہ حشر میں پکار آیا
کہ اور بھی کوئی مجھ سا گناہ گار آیا

وہ اس ادا سے وہاں جا کے شرمسار آیا
رقیب پر مجھے بے اختیار پیار آیا

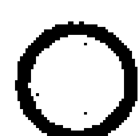
یہ حال تھا شبِ وعدہ کہ تا بہ راہ گزر
ہزار بار گیا میں، ہزار بار آیا

گزر گئے اسی گردش میں اپنے لیل و نہار
شبِ فراق گئی، روزِ انتظار آیا

اڑائے ہیں ملک الموت نے بھی تیرے ڈھنگ
ہزار بار بلایا تو ایک بار آیا

خدا کے واسطے جھوٹی نہ کھایئے قسمیں
مجھے یقین ہوا، مجھ کو اعتبار آیا

ڈرے جو حشر میں وہ مجھ کو دیکھتے ہی کہا
مرا رفیق، مرا داغِ جاں نثار آیا



تمہارے خط میں نیا اک سلام کس کا تھا
نہ تھا رقیب تو آخر وہ نام کس کا تھا

وہ قتل کر کے مجھے ہر کسی سے پوچھتے ہیں
یہ کام کس نے کیا ہے، یہ کام کس کا تھا

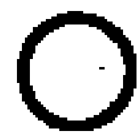
وفا کریں گے، نباہیں گے، بات مانیں گے
تمہیں بھی یاد ہے کچھ یہ کلام کس کا تھا

رہا نہ دل میں وہ بے درد اور درد رہا
مقیم کون ہوا ہے، مقام کس کا تھا

نہ پوچھ پوچھ تھی کسی کی وہاں نہ آؤ بھگت
تمہاری بزم میں کل اہتمام کس کا تھا

انہی صفات سے ہوتا ہے آدمی مشہور
جو لطف عام وہ کرتے یہ نام کس کا تھا

ہر اک سے کہتے ہیں کیا داغ بے وفا نکلا
یہ پوچھے ان سے کوئی وہ غلام کس کا تھا



تقلید سے زاہد کی حاصل ہمیں کیا ہوتا
انساں نہ ملک بنتا، بندہ نہ خدا ہوتا

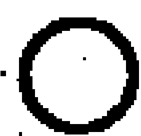
توبہ ہے حسینوں کو گر پاس وفا ہوتا
کیا جانئے کیا کرتے، کیا جانیے کیا ہوتا

تم لطف اگر کرتے تو حال زمانے کا
ایسا ہی ہوا کرتا، ایسا نہ ہوا ہوتا

دل نے مجھے تڑپایا آنکھوں نے کیا رسوا
اپنوں سے ہوا یہ کچھ بیگانوں سے کیا ہوتا

اچھا ہے نہیں آئے وہ دھوپ کی گرمی میں
قامت تو قیامت تھا سایہ بھی بلا ہوتا

فریاد و فغاں سے تم اے داغ برے ٹھہرے
کچھ بھی نہ کیا ہوتا کچھ بھی نہ ہوا ہوتا



کوئی پھرے نہ قول سے، بس فیصلہ ہوا
بوسہ ہمارا آج سے دل آپ کا ہوا

جس نے کیا تپاک اسی نے کیا ہلاک
جو آشنا ہوا وہی نا آشنا ہوا

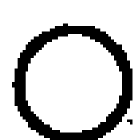
عذرِ ستم سے بس مجھے نادم نہ کیجیے
اس تذکرے کو چھوڑیئے جو کچھ ہوا ہوا

بے خود رہے وصال میں، بے ہوش ہجر میں
کیا جانے ہم سے کب وہ ملا کب جدا ہوا

آباد کس قدر ہے الٰہی عدم کی راہ
ہر دم مسافروں کا ہے تانتا لگا ہوا

پیغامبر ندیم بنے نامہ بر رفیق
میرا تو مدعا نہ کسی سے ادا ہوا

کس کس طرح سے اس کو جلاتے ہیں رات دن
وہ جانتے ہیں داغ ہے ہم پر مٹا ہوا



زباں ہلاؤ تو ہو جائے فیصلہ دل کا
اب آ چکا ہے لبوں پر معاملہ دل کا

کسی سے کیا ہو تپش میں مقابلہ دل کا
جگر کو آنکھ دکھاتا ہے آبلہ دل کا

خدا کے واسطے کر لو معاملہ دل کا
کہ گھر کے گھر ہی میں ہو جائے فیصلہ دل کا

تم اپنے ساتھ ہی تصویر اپنی لے جاؤ
نکال لیں گے کوئی اور مشغلہ دل کا

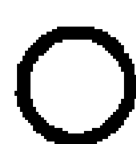
قصور تیری نگہ کا ہے کیا خطا اس کی
لگاوٹوں نے بڑھایا ہے حوصلہ دل کا

نہ جان دیتے بن آئے نہ زندہ رہتے بنے
بگڑ گیا ہے یہ کیسا معاملہ دل کا

شباب آتے ہی اے کاش موت بھی آتی
ابھارتا ہے اسی سن میں ولولہ دل کا

نہ آئیں خضر کبھی آپ بھول کر بھی ادھر
جنابِ من! نہیں آسان مرحلہ دل کا

کچھ اور بھی تجھے اے داغ بات آتی ہے
وہی بتوں کی شکایت، وہی گلہ دل کا



میرا جدا مزاج ہے، ان کا جدا مزاج
پھر کس طرح سے ایک ہو اچھا برا مزاج

دیکھا نہ اس قدر کسی معشوق کا غرور
اللہ کیا دماغ ہے، اللہ کیا مزاج

کس طرح دل کا حال کھلے اس مزاج سے
پوچھوں مزاج تو وہ کہیں "آپ کا مزاج؟"

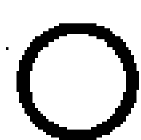
تم کیا کسی کے دل میں بھلا گھر بناؤ گے
بنتا نہیں بنائے سے بگڑا ہوا مزاج

پالا پڑے کہیں نہ کسی بد مزاج سے
ہر وقت دیکھتے ہیں مزاج آشنا مزاج

کل ان کا سامنا جو ہوا خیر ہو گئی
بدلی ہوئی نگاہ تھی' بدلا ہوا مزاج

آبِ سرشک' آتشِ حسرت' غبارِ غم
مل کر ہوائے شوخ سے میرا بنا مزاج

سچ ہے خدا کی دین میں کیا دخل ہو سکے
اک داغ کا مزاج ہے' اک آپ کا مزاج



خدا دے تو دے آرزوئے محمدؐ
کریں چشم و دل جستجوئے محمدؐ

کہاں باغِ جنت کہاں باغِ یثرب
کہاں بوئے گل اور بوئے محمدؐ

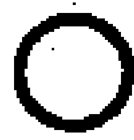
کہوں کیوں نہ ہر بار صلی علیٰ میں
تصور میں پھرتا ہے روئے محمدؐ

ادھر دوست خوش ہیں ادھر غیر راضی
خوشا خلق و خوئے نکوئے محمدؐ

بنیں دستِ مژگاں مرے پاؤں یارب
کروں طے ان آنکھوں سے کوئے محمدؐ

بھریں خضر بھی سامنے جس کے پانی
زہے عزت و آبروئے محمدؐ

الٰہی نہ ہو داغ کا بال بیکا
رگِ جاں بنے تار موئے محمدؐ



اے وعدہ فراموش! رہی تجھ کو جفا یاد
یہ بھول بھی کیا بھول ہے، یہ یاد بھی کیا یاد

تھا وردِ زباں نعرۂ یارب شبِ فرقت
آتا ہے برے وقت میں بندے کو خدا یاد

جو رنج اٹھائے ہیں وہ بھولے نہیں جاتے
غم دل سے سوا یاد ہے، دل تم سے سوا یاد

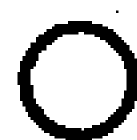
افسانۂ غم سن کے کہا طعن سے اس نے
کیا ہوش ہے، کیا ذہن ہے، کیا حافظہ، کیا یاد

بھولا نہیں میں قطعِ تعلق میں غم و عیش
اس کا بھی مزا یاد ہے اس کا بھی مزا یاد

گو جان سے جانا ہے تری بزم میں جانا
اس کو ہی شکایت ہوئی جس کو نہ کیا یاد

چبھتا تھا لڑکپن ہی سے کچھ بانکپن اس کا
ترچھی سی نگہ یاد ہے برچھی سی ادا یاد

معشوق سے اے داغ تغافل کا گلہ کیا
کیوں یاد کرے تجھ کو کرے اس کی بلا یاد



میرے دل کو دیکھ کر، میری وفا کو دیکھ کر
بندہ پرور منصفی کرنا خدا کو دیکھ کر

دل لگانا تھا زمانے کی ہوا کو دیکھ کر
آشنا کو دیکھ کر ناآشنا کو دیکھ کر

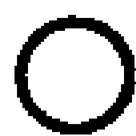
میں نے پوچھا تھا ملو گے دن کو تم یا رات کو
مسکرائے اپنی وہ زلفِ دوتا کو دیکھ کر

غیر انے کی بے وفائی، سب کی شامت آ گئی
آگ ہو جاتے ہیں وہ اہلِ وفا کو دیکھ کر

خوب تھی تنہا طریقِ عشق میں آوارگی
پاؤں پھولے ہیں ہمارے رہ نما کو دیکھ کر

اس نے حیرت سے کہا دیکھی جو لیلیٰ کی شبیہہ
قیس دیوانہ ہوا تھا اس بلا کو دیکھ کر

غیر نے مہندی لگائی اس کے ہاتھوں میں جو داغ
خون آنکھوں میں اتر آیا حنا کو دیکھ کر



سر کو ہے تیرے سنگِ در کی تلاش
پاؤں کو تیری رہ گزر کی تلاش

مجھ کو ہے اپنے نامہ بر کی تلاش
نامہ بر کو ہے ان کے گھر کی تلاش

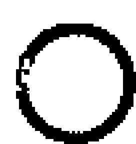
جوش کھاتا ہے سینے میں کیا کیا
خونِ دل کو ہے چشمِ تر کی تلاش

چاہتی ہے نزاکت اپنی نمود
ہے اسے بھی تری کمر کی تلاش

یا خدا حشر میں مرا کیا کام
لائی ہے ایک فتنہ گر کی تلاش

میرے حالِ زبوں سے گھبرا کر
چارہ گر کو ہے چارہ گر کی تلاش

حضرتِ داغ کا یہ سِن شریف
اور پھر شوخِ سیم بر کی تلاش



بے داد و جور و لطف و ترحم سے کیا غرض
تم کو غرض نہیں تو ہمیں تم سے کیا غرض

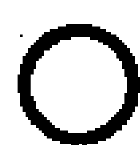
کیوں ہم شبِ فراق میں تارے گنا کریں
ہم کو شمارِ اختر و انجم سے کیا غرض

کوئی ہنسا کرے تو بلا سے ہنسا کرے
کیوں دل جلائیں، برقِ تبسم سے کیا غرض

دل طرزِ انجمن ہی سے بیزار ہو گیا
مطلب ہمیں شراب سے کیا، خم سے کیا غرض

روزِ ازل سے پاک ہیں رندانِ بے ریا
ان کو وضو سے اور تیمّم سے کیا غرض

معشوق سے امیدِ کرم داغ خیر ہے؟
اس بندۂ خدا کو ترحم سے کیا غرض



آج ٹھہرے مری تمہاری شرط
وصل کی شرط بھی ہے پیاری شرط

شرط بھی اور پھر تمہاری شرط
جیت لی تم نے، میں نے ہاری شرط

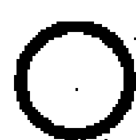
اشک غماز ہو تو کیا کیجیے
ہے محبت میں رازداری شرط

دل رباؤں کو ہے جفا لازم
دل فگاروں کو بے قراری شرط

کیوں نہ دشمن کو دشمنی ہو فرض
دوست کو جب ہو دوست داری شرط

کام عشاق کا تمام کیا
خوب پوری ہوئی تمہاری شرط

بدگمانوں سے عشق کا دعویٰ
واہ اے داغ خوب ہاری شرط



ہے یہاں بھی اس بتِ کافر کو نخوت' الحفیظ
الحفیظ اے داورِ روزِ قیامت' الحفیظ

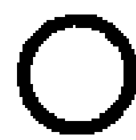
کس طرح سے ہو بسر یارب دیارِ عشق میں
ہر بلا پر ہے بلا' آفت پر آفت' الحفیظ

میں وہ عاصی ہوں اگر بخشا گیا تو کیا عجب
دیکھ کر مجھ کو پکاریں اہلِ جنت' الحفیظ

جل گئے ہم جل گئے اے داغِ فرقت الاماں
اف رے اف اے آتشِ سوزِ محبت' الحفیظ

آئینہ جب دیکھتا ہوں ہجر میں کہتا ہوں میں
آدمی کی ایسی ہو جاتی ہے صورت الحفیظ

دے شفا تو داغ کو یارب بحقِ مصطفیٰؐ
الحذر یہ درد و بیماری کی شدت الحفیظ



نہ آئی بات جو دل سے زباں تک
وہ پہنچی بدگماں تک، رازداں تک

یہ سب جھگڑے ہیں جانِ ناتواں تک
رہے گا دم کہاں تک غم کہاں تک

تغافل مرنے والوں سے کہاں تک
ہمیں جینا پڑا ہے امتحاں تک

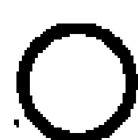
چلے آئے وہ جھونکے میں ہوا کے
نزاکت ان کو لے آئی یہاں تک

ہمیں بادِ خزاں سے بھی ہے اک فیض
کہ تنکے اڑ کے آئے آشیاں تک

زمیں ٹل جائے، ٹلنے کے نہیں ہم
کہ اب تو آ گئے اس آستاں تک

مزے کی ہے ہماری بھی کہانی
کوئی پہنچا دے ان کے قصہ خواں تک

رہے کیا مصطفیٰ آباد میں داغ
وہ سارے لطف تھے خلد آشیاں تک



عذر آنے میں بھی ہے اور بلاتے بھی نہیں
باعثِ ترکِ ملاقات بتاتے بھی نہیں

منتظر ہیں دمِ رخصت کہ یہ مر جائے تو جائیں
پھر یہ احسان کہ ہم چھوڑ کے جاتے بھی نہیں

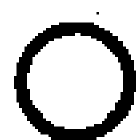
کیا کہا، پھر تو کہو، ہم نہیں سنتے تیری
نہیں سنتے تو ہم ایسوں کو سناتے بھی نہیں

خوب پردہ ہے کہ چلمن سے لگے بیٹھے ہیں
صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں

دیکھتے ہی مجھے محفل میں یہ ارشاد ہوا
کون بیٹھا ہے اسے لوگ اٹھاتے بھی نہیں

ہو چکا قطعِ تعلق تو جفائیں کیوں ہوں
جن کو مطلب نہیں رہتا وہ ستاتے بھی نہیں

زیست سے تنگ ہو اے داغ تو کیوں جیتے ہو
جان پیاری بھی نہیں جان سے جاتے بھی نہیں



ہم تو فریاد و فغاں' آہ و بکا کرتے ہیں
جن سے کچھ ہو نہیں سکتا' وہ دعا کرتے ہیں

خوب خوش باش گزر اہلِ صفا کرتے ہیں
نہ خفا ہوتے ہیں ایسے' نہ خفا کرتے ہیں

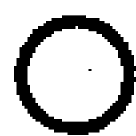
کچھ تعلق تو رہے' شکوۂ بے جا ہی سہی
نہ کیا تم نے گلا' اس کا گلا کرتے ہیں

اپنے کوچے میں نہ کیجئے مری مٹی برباد
آپ بھی خاک اڑاتے ہیں' یہ کیا کرتے ہیں

سچ کہا تذکرۂ غیر سے کیا حاصل ہے
اک تماشے کے لیے چھیڑ دیا کرتے ہیں

جاں بلب جان کے مجھ کو یہ پیام آیا ہے
لو مبارک ہو کہ اب عہد وفا کرتے ہیں

داغ کا رشک سنا غیر سے اس نے تو کہا
اس کی تقدیر میں جلنا ہے، جلا کرتے ہیں

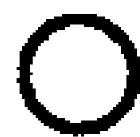


جو یک دلی ہو تو ہو بات کا یقیں سے یقیں
کہ ہاں سے ہاں ہے مرے مہرباں نہیں سے نہیں

تری گلی کے مقابل جو لائیں جنت کو
مکاں مکاں سے کرے رو کشی مکیں سے مکیں

علاج اور نہیں کوئی خوش نصیبی کا
نصیب ہو تو ملوں غیر کی جبیں سے جبیں

تمہارے سامنے یہ آئینے کی صورت ہے
کہ جس طرح سے کرے لاگ ہر حسیں سے حسیں



حالِ دل تجھ سے، دل آزار، کہوں یا نہ کہوں
خوف ہے مانعِ اظہار، کہوں یا نہ کہوں

نام ظالم کا جب آتا ہے بگڑ جاتے ہو
آسماں کو بھی ستم گار کہوں یا نہ کہوں

آخر انسان ہوں میں، صبر و تحمل کب تک
سیکڑوں سن کے بھی دو چار کہوں یا نہ کہوں

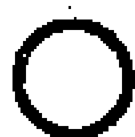
ہاتھ کیوں رکھتے ہو منہ پر مرے، مطلب کیا ہے
باعثِ رنجش و تکرار کہوں یا نہ کہوں

تم سنو یا نہ سنو اس سے تو کچھ بحث نہیں
جو ہے کہنا مجھے سو بار کہوں یا نہ کہوں

کہہ چکے غیر تو افسانے سب اپنے اپنے
مجھ کو کیا حکم ہے سرکار کہوں یا نہ کہوں

نہیں چھپتی نہیں چھپتی، نہیں چھپتی الفت
سب کہے دیتے ہیں آثار کہوں یا نہ کہوں

داغ ہے نام مرا، برق طبیعت میری
گرم اس طرح کے اشعار کہوں یا نہ کہوں



دیکھیں تو کیسے فتنے ہیں نیچی نگاہ میں
آئینہ رکھ دے کاش کوئی ان کی راہ میں

امیدوارِ رحمتِ باری ہوں اس قدر
ہوتا ہوں میں شریک پرائے گناہ میں

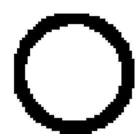
یوسف غلام بن کے بکے جائے ننگ ہے
سارے ہی قافلے کو ڈبونا تھا چاہ میں

محشر میں کس طرف سے یہ آنے لگی صدا
آنا ہو جس کو آئے ہماری پناہ میں

دل بھی کہیں جمے تو ہمارا قدم جمے
اک پاؤں بت کدے میں تو اک خانقاہ میں

کیا سب کا خون گردنِ قاتل ہی پر رہا
اک بوند بھی لہو کی نہیں قتل گاہ میں

کیوں داغ دہلوی کی زباں مستند نہ ہو
پیدا کیا خدا نے اسے تخت گاہ میں



یا تو ایسی مہربانی مجھ پہ یا کچھ بھی نہیں
ابتدا ہی ابتدا تھی انتہا کچھ بھی نہیں

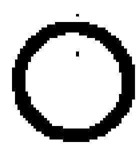
دیکھ کر تصویرِ یوسف کہہ دیا کچھ بھی نہیں
آپ ہی سب کچھ ہیں گویا دوسرا کچھ بھی نہیں

پوچھنے والوں نے میرا ناک میں دم کر دیا
جس نے پوچھا حال کچھ کہنا پڑا کچھ بھی نہیں

ان کو خط لکھا ہے سو پہلو بچا کر خوف سے
ہے عبارت ہی عبارت مدعا کچھ بھی نہیں

تم اگر بے داد گر ہو تو خدا ہے داد گر
یہ نہ سمجھو پرسشِ روزِ جزا کچھ بھی نہیں

تو نے قسامِ ازل غیروں کو کیا کیا کچھ دیا
داغؔ ہے محروم اس کے نام کا کچھ بھی نہیں



خط میں لکھے ہوئے رنجش کے کلام آتے ہیں
کس قیامت کے یہ نامے مرے نام آتے ہیں

تابِ نظارہ کسے دیکھی جو ان کے جلوے
بجلیاں کوندتی ہیں جب لبِ بام آتے ہیں

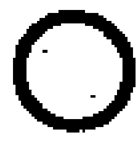
تو سہی حشر میں تجھ سے جو نہ یہ کہوا دوں
دوست وہ ہوتے ہیں جو وقت پہ کام آتے ہیں

رہروِ راہِ محبت کا خدا حافظ ہے
اس میں دو چار بہت سخت مقام آتے ہیں

نہ کسی شخص کی عزت نہ کسی کی توقیر
عاشق آتے ہیں تمہارے کہ غلام آتے ہیں

رسمِ تحریر بھی مٹ جائے یہی مطلب ہے
ان کے خط میں مجھے غیروں کے سلام آتے ہیں

داغ کی طرح سے گل ہوتے ہیں صدقے قربان
بہرِ گل گشت چمن میں جو نظام آتے ہیں



دم نہیں، دل نہیں، دماغ نہیں
کوئی دیکھے تو اب وہ داغ نہیں

گر قناعت نہیں ہے انساں کو
کبھی حاصل اسے فراغ نہیں

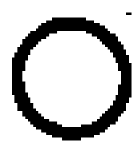
ایسے ویرانے میں وہ کیوں آئیں
خانۂ دل ہے خانہ باغ نہیں

بات کرنی تو بار ہے تم کو
بات سننے کا بھی دماغ نہیں

تھی زمانے میں روشنی جس کی
ہائے اس گھر میں اب چراغ نہیں

کھوج ملتا ہے ہر مسافر کا
عمرِ رفتہ کا کچھ سراغ نہیں

داغ کو کیوں مٹائے دیتے ہو
دل سے ہو دور یہ وہ داغ نہیں



یہ تو نہیں کہ تم سا جہاں میں حسیں نہیں
اس دل کو کیا کروں یہ بہلتا کہیں نہیں

ہاں ہاں کہو زبان سے یا تم نہیں نہیں
ہم کو تمہاری بات کا مطلق یقیں نہیں

چکر ہے رات دن مجھے مانندِ آسماں
بہلے جہاں یہ دل وہ کوئی سرزمیں نہیں

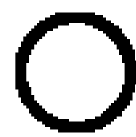
اس در پہ جبہ سا ہو تو پھر کوئی کیوں اٹھے
یا سنگِ آستاں ہی نہیں یا جبیں نہیں

یہ کیا کہا، معاف کرو تم کہا سنا
دم دے رہا ہوں میں یہ دمِ واپسیں نہیں

کیوں، ذکرِ بے وفائیِ دشمن پہ یاد ہے
گردن ہلا ہلا کے وہ کہنا "نہیں، نہیں"

جلوت میں یوں ہے وہ کہ تلاشی ہے چشمِ شوق
خلوت میں اس طرح ہے کہ خلوت گزیں نہیں

کہتے ہیں لوگ داغ سے وہ بدگمان ہیں
ایسا تمہاری ذات سے اس کو یقیں نہیں



معشوق کا تو جرم ہو، عاشق خراب ہو
کوئی کرے گناہ، کسی پر عذاب ہو

تو مجھ پہ شیفتہ ہو، مجھے اجتناب ہو
یہ انقلاب ہو تو بڑا انقلاب ہو

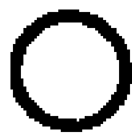
دنیا میں کیا دھرا ہے، قیامت میں لطف ہے
میرا جواب ہو، نہ تمہارا جواب ہو

نکلے جدھر سے وہ، یہی چرچا ہوا کیا
اس طرح کا جمال ہو، ایسا شباب ہو

دو بار تو نے ذکر کیا رشکِ حور کا
ناصح خدا کرے تجھے دونا ثواب ہو

مہجور کی دعا کو شبِ قدر چاہیے
یوسف کے دیکھنے کو زلیخا کا خواب ہو

در پردہ تم جلاؤ جلاؤں نہ میں، چہ خوش
میرا بھی نام داغ ہے گر تم حجاب ہو



ایک طوفاں ہے غمِ عشق میں رونا کیا ہے
نہیں معلوم کہ انجام کو ہونا کیا ہے

دیکھ کر سانولی صورت تری یوسف بھی کہے
چٹ پٹا حسن نمک دار سلونا کیا ہے

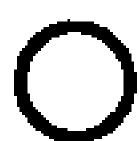
چار باتیں بھی کبھی آپ نے گھل مل کے نہ کیں
انہی باتوں کا ہے رونا' مجھے رونا کیا ہے

آشنا بحرِ محبت سے نکالیں نہ مجھے
ڈوبنے والے کو دشوار ڈبونا کیا ہے

کاش مل جائے ترا سایۂ دیوار ہمیں
اوڑھنا کیا ہے، فقیروں کا بچھونا کیا ہے

تم پہ مر جائیں گے اس آس پہ ہم جیتے ہیں
زندگی شرط ہے تو جان کا کھونا کیا ہے

اس کی ٹھوکر سے بھی کم بخت نہ جاگا افسوس
موت ہے داغؔ سیہ مست کا سونا کیا ہے



آرزو ہے وفا کرے کوئی
جی نہ چاہے تو کیا کرے کوئی

گر مرض ہو دوا کرے کوئی
مرنے والے کا کیا کرے کوئی

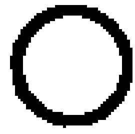
کوستے ہیں جلے ہوئے کیا کیا
اپنے حق میں دعا کرے کوئی

ان سے سب اپنی اپنی کہتے ہیں
میرا مطلب ادا کرے کوئی

تم سراپا ہو صورتِ تصویر
تم سے پھر بات کیا کرے کوئی

جس میں لاکھوں برس کی حوریں ہوں
ایسی جنت کو کیا کرے کوئی

منہ لگاتے ہی داغ اترایا
لطف ہے پھر جفا کرے کوئی



کہا تھا ہم نے جو کچھ راز داں سے
سنا وہ آج دشمن کی زباں سے

یہ ہے امید جسم ناتواں سے
کروں میں اڑ کے باتیں آسماں سے

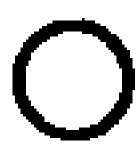
نکالو داغ کو اپنے مکاں سے
چلا آیا یہ دیوانہ کہاں سے

وہی کہتا ہوں میں سنتا ہوں جو کچھ
ملی ہے یوں زباں ان کی زباں سے

ہدف دل کو کرے گا اک نہ اک دن
یہ تیرا کھیلنا تیر و کماں سے

ہر اک میں عیب نکلیں گے کہاں تک
تمہی اچھے سہی سارے جہاں سے

کہاں اے داغؔ اب اپنا ٹھکانا
اٹھا بیٹھے ہیں دل دونوں جہاں سے



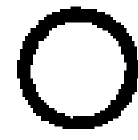
گلشن میں ہرے ہو کے شجر لائے ثمر بھی
اے بارشِ رحمت کوئی چھینٹا تو ادھر بھی

عاشق ہیں ترے حور و ملک جن و بشر بھی
دیتا ہے خدا حسن تو پڑتی ہے نظر بھی

رکھتا ہی نہیں کوئی، کہاں جا کے رہے دل
مثلِ گلِ بازی یہ اِدھر بھی ہے اُدھر بھی

بت خانے میں کیوں رہنے لگے حضرتِ زاہد
ایسوں کا ٹھکانا نہیں اللہ کے گھر بھی

اے داغ دمِ نزع ہیں وہ منتظر اس کے
کیوں دیر لگا رکھی ہے، جلدی کہیں مر بھی!



اس لیے وصل سے انکار ہے ہم جان گئے
یہ نہ سمجھے کوئی کیا جلد کہا مان گئے

تو وہ ہے سب بتِ کافر ترے قربان گئے
جو خدا کو بھی نہ مانیں، وہ تجھے مان گئے

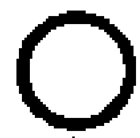
دعویٰ مہر و وفا پر وہ برا مان گئے
الٹے نادم ہوئے، احسان کے احسان گئے

عشق منہ پر مرے لکھا ہے تو کیا اس کا علاج
جان پہچان نہ تھی اور وہ پہچان گئے

ہم نے آتے ہی یہ محفل میں تماشا دیکھا
غیر کے ہوش اڑے، آپ کے اوسان گئے

آزمائش ہی پہ ٹھہرا تھا محبت کا ثبوت
اب تو پہچان گئے، جان گئے، مان گئے

بندۂ عشق ہو ایسے کہ الٰہی توبہ
تم تو معشوق کو اے داغؔ خدا جان گئے



نہ خط بھیجتا ہے نہ آتا ہے کوئی
عدم ہو گیا ہے ہمارا وطن بھی

اگر دل ملائے تو مل جائے باہم
زباں سے زباں بھی، دہن سے دہن بھی

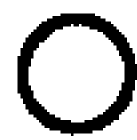
تجھے ابروئے یار سیدھا نہ دیکھا
عجب بانکپن ہے ترا بانکپن بھی

وہاں کچھ نہ بولا گیا نامہ بر سے
خدا نے دیے تھے زباں بھی دہن بھی

نہ مانا برا میرے شکوے کا اس نے
بڑے کام آیا یہ دیوانہ پن بھی

طریقِ محبت میں رہبر ہو اچھا
یہی راہ آسان بھی ہے کٹھن بھی

خدا کی عنایت سے ہے داغ سب کچھ
جو وہ مہرباں ہے تو شاہِ دکن بھی



دل لے ہی چکے ناز سے، شوخی سے ہنسی سے
اب ان کی بلا آنکھ ملاتی ہے کسی سے

مانی ہیں نیازیں یہی مانگی ہیں دعائیں
اللہ بچائے مجھے تیری خفگی سے

گھر پھونک دیئے آتشِ الفت نے ہزاروں
یہ آگ قیامت کی لگی دل کی لگی سے

پہچانو تو کس نقش کفِ پا کی ہے یہ خاک
اکسیر اٹھا لائے ہیں دشمن کی گلی سے

وہ شام شبِ وصل سے برہم ہیں الٰہی
آثارِ قیامت ہیں نمودار ابھی سے

اے داغ کریں وہ ستم ایجاد کہاں تک
کیا ناک میں دم ہے تری ایذا طلبی سے



ابروئے یار کیوں نہ کھنچے اس مثال سے
اس کے تو ناخنوں میں پڑے ہیں حلال سے

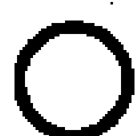
رہتی ہے اطلاع انہیں دل کے حال سے
ملتی ہیں گالیاں مجھے پہلے سوال سے

دل کو بچا رہا ہوں بتوں کے خیال سے
اللہ تو علیم ہے بندے کے حال سے

حجت میں ان حسینوں کو آتا ہے کیا مزا
وعدہ کیا ہے اس نے بڑی قیل وقال سے

ہوتا ہے خشک دامنِ تر کیا طلسم ہے
طوفانِ گریہ و عرقِ انفعال سے

اے داغ ہے دکن سے بہت دور لکھنو
ملتے امیر احمد و سید جلال سے



وہ دل پہ چھری پھیر گئے ناز و ادا سے
اب کوئی مرے، کوئی جیے ان کی بلا سے

کیا وجہ بگڑنے کی مری آہِ رسا سے
یہ خوب ہوئی، آپ تو لڑتے ہیں ہوا سے

وہ کہتے ہیں گھبرا کے مرے دستِ دعا سے
کیا عرش پہ جا پہنچیں گے یہ ہاتھ ذرا سے

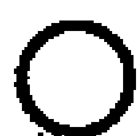
کیا خاک لڑیں گی مرے دل سے تری آنکھیں
جو شرم سے جھکتی ہیں وہ چھپتی ہیں حیا سے

دل میں بھی اسی طرح گرہ پڑ گئی ہو گی
یہ عقدہ کھلا ہم کو ترے بندِ قبا سے

بے تاب ہوں بے ہوش نہیں ہوں جو نہ سمجھوں
دم دیتے ہیں یہ آپ جو دیتے ہیں دلا سے

ناوک ہے نہ برچھی ہے نہ خنجر ہے نہ تلوار
یہ دیدہ و دل ہی ہیں مرے خون کے پیاسے

جب دیکھتے ہیں داغ کو ہوتا ہے یہ ارشاد
معلوم نہیں زندہ ہے یہ کس کی دعا سے



مرضِ عشق کی دوا بھی ہے
مجھ میں دیکھو تو کچھ رہا بھی ہے

کچھ جفا بھی ہے کچھ وفا بھی ہے
دل لگی کا یہی مزا بھی ہے

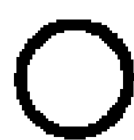
عاقبت میں بھی دل کو چین نہیں
اس محبت کی انتہا بھی ہے

دیکھ کر دل کو پوچھتے ہیں وہ
اس مکاں میں کوئی رہا بھی ہے

کچھ ہے بے جا عتاب بھی ان کا
کچھ یونہی سی مری خطا بھی ہے

ہاں ذرا پھر قسم تو کھا لیجئے
آج کل جھوٹ میں مزا بھی ہے

اس کو عاشق بھی لوگ کہتے ہیں
داغ کا نام دوسرا بھی ہے



زاہد کو روزِ حشر پڑی امتحان کی
پیرِ مغاں نے خلد میں جا کر دکان کی

دم بھر میں پار آہ تھی اک نوجوان کی
پیری کسی طرح نہ چلی آسمان کی

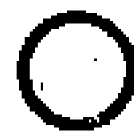
قاصد بھی ان کو دیکھ کے دیوانہ ہو گیا
پوچھی زمین کی تو کہی آسمان کی

تعریفِ غیر سن کے جو میں نے دیا جواب
اس بات پر خفا ہیں کہ ہم سے زبان کی

سر کاٹ کر لگاتے ہیں گردن کے ساتھ پھر
کچھ رہ گئی ہے ان کو ہوس امتحان کی

کب تک بنا بنا کے کہوں ماجرائے دل
فرمائشیں ہیں روز نئی داستان کی

کیا پھر بھی دل کے دینے میں اے داغ عذر ہو
گر وہ قسم دلائے تمھیں اپنی جان کی



کب تک کھچے رہو گے کب تک تنی رہے گی
کس کی بنی رہی ہے، کس کی بنی رہے گی

اس کی نگہ سے ہر دم جی پر بنی رہے گی
برچھی میں دل رہے گا دل میں انی رہے گی

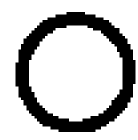
مل کر تو ان سے دیکھیں آئندہ جو مقدر
یا دوستی رہے گی یا دشمنی رہے گی

ہر بندۂ خدا پر کب تک ستم رہے گا
یہ تیرے دل میں کافر کب تک ٹھنی رہے گی

تنگ آ کے دل کے ہاتھوں چاہا تھا ہم نے مرنا
یہ کیا خبر تھی برسوں یوں جاں کنی رہے گی

لوٹیں گی وہ نگاہیں ہر کاروانِ دل کو
جب تک چلے گا رستہ یہ رہزنی رہے گی

اے داغ تیری صورت دیکھیں گے وہ نہ ڈر کر
چھائی ہوئی جو منہ پر یوں مردنی رہے گی



جور کی خو ترے دل سے نہ ستم گار گئی
عمر بھر اپنی وفا سب یونہی بے کار گئی

آتے جاتے مری بالیں پہ قضا ہار گئی
آئی سو بار شبِ وعدہ تو سو بار گئی

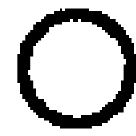
جس کو کہتے ہیں اثر وہ نہ ملا ہے نہ ملے
کیا گئی آہ فلک کے بھی اگر پار گئی

میرے مرنے کی خبر سن کے کہا خوب ہوا
روز کا قصہ گیا، روز کی تکرار گئی

صدمے سہنے کے لیے بھی ہے توانائی شرط
اب طبیعت غمِ فرقت سے بہت ہار گئی

گالیاں دینے لگے بہرِ عیادت آ کر
دل کی تسکین گئی پرسشِ بیمار گئی

داغ خورشیدِ قیامت نے قیامت کی ہے
آج کیا بانے کہاں اپنی شبِ تار گئی



جلا تھا دل جب کیا تھا نالہ جلیں گے لب جب دعا کریں گے
جو وہ کیا تھا تو کیا کیا تھا جو یہ کریں گے تو کیا کریں گے

مزا اسی میں ہے دل لگی کا کہ شوخیاں ہوں شرارتیں ہوں
جو آپ ہم سے حیا کریں گے تو چھیڑ کر ہم خفا کریں گے

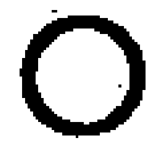
عجب طرح کا معاملہ ہے وہ سوچتے ہیں یہ بات پہروں
کبھی طمع ہے کہ لیجیے دل کبھی یہ ہے فکر کیا کریں گے

ہزار ہیں رنگ عاشقی کے جو ان کو برتے وہ ان کو جانے
تمھیں کو ہم بے وفا کہیں گے تمھیں سے ہم التجا کریں گے

پیامبر کی مجال کیا تھی جو ان سے کہہ کر جواب لاتا
بہت سنی ہم نے ایسی باتیں بہت سی ایسی سنا کریں گے

ہوئے ہیں وہ خوگرِ جفا ہم' یہ کہتے پھرتے ہیں جا بجا ہم
جو کوئی ہم پر ستم کرے گا' ہم اس کے حق میں دعا کریں گے

کوئی کہے رنج و غم کہاں تک' اٹھائے ظلم و ستم کہاں تک
وہ حضرتِ داغ ہی نہیں اب جو تجھ سے مہر و وفا کریں گے



رہے گا عشق ترا خاک میں ملا کے مجھے
کہ ابتدا میں ہوئے رنج انتہا کے مجھے

دیئے ہیں ہجر میں دکھ درد کس بلا کے مجھے
شبِ فراق نے مارا لٹا لٹا کے مجھے

بغیر موت کے کس طرح کوئی مرتا ہے
یقیں نہ آئے تو وہ دیکھ جائیں آ کے مجھے

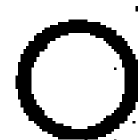
بلائے عشق تو دشمن کو بھی نصیب نہ ہو
مرا رقیب بھی رویا گلے لگا کے مجھے

کہا یہ دل نے چلو آج کوئے قاتل میں
اجل کہاں سے کہاں لے گئی لگا کے مجھے

ہر ایک شخص کو حاصل جدا ہے کیفیت
جفا کے لطف تجھے ہیں، مزے وفا کے مجھے

غضب ہے آہ مری داغ نام ہے میرا
تمام شہر جلاؤ گے کیا جلا کے مجھے

یادگارِ داغ



وہ جلوہ تو ایسا ہے کہ دیکھا نہیں جاتا
آنکھوں کو مگر دید کا لپکا نہیں جاتا

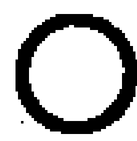
کیا خاک کروں ان سے تغافل کی شکایت
یہ حال ہی ایسا ہے کہ دیکھا نہیں جاتا

آغوش میں لوں، پاؤں پڑوں، کھینچ لوں دامن
ہاتھ آئے جو تجھ سا، اسے چھوڑا نہیں جاتا

یہ داغ مٹائے نہیں مٹتا، نہیں مٹتا
یہ دردِ محبت نہیں جاتا، نہیں جاتا

وہ حال ہے میرا کہ مرے کاتبِ اعمال
لکھتے ہیں، مگر ان سے بھی لکھا نہیں جاتا

وہ کہتے ہیں کیا جور اٹھاؤ گے تم اے داغ
تم سے تو مرا ناز اٹھایا نہیں جاتا



کیا دوں اسے کچھ پاس دکھائی نہیں دیتا
کیوں مجھ کو خدا ساری خدائی نہیں دیتا

جس شخص کو تو دردِ جدائی نہیں دیتا
ایسا کوئی دنیا میں دکھائی نہیں دیتا

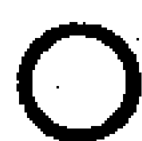
جو معرکۂ عشق میں ہو میرے مقابل
ایسا تو کوئی مجھ کو دکھائی نہیں دیتا

صیاد کو گر رحم بھی آیا تو کروں کیا
یہ شوقِ اسیری تو رہائی نہیں دیتا

فریاد مری سن کے یہ کہتا ہے وہ کافر
اللہ کے گھر جا کے دہائی نہیں دیتا

میں پاؤں پر ان کے جو گرا ڈر کے وہ بولے
اندھا ہے ارے تجھ کو دکھائی نہیں دیتا

تم اس سے طلب کرتے ہو اے داغ دل اپنا
جو لے کے کبھی چیز پرائی نہیں دیتا



صبر و قرار و ہوش گئے، دل بھی کھو گیا
جو کچھ مرے نصیب کا ہونا تھا، ہو گیا

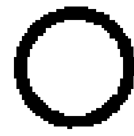
دل کو محیطِ عشق سے چاہا نکالنا
ہم کو بھی ساتھ ڈوبنے والا ڈبو گیا

مجھ سے ہوا تمام نہ افسانہ عشق کا
وہ جاگتے رہے، مجھے نیند آئی، سو گیا

کن حسرتوں کا کشتہ ہوں اللہ رے بے کسی
آ کر مرے جنازے پہ دشمن بھی رو گیا

اے اہلِ بزم اتنی مدد چاہتا ہوں میں
جب وہ خفا ہو مجھ کو چھپا کر کہو گیا

اے داغ عشق آفتِ جاں ہے ذرا سنبھل
دو دن میں کیا سے کیا یہ ترا حال ہو گیا



ہمارا دل ہے جیسا ناصبور ایسا نہیں ہوتا
کوئی نزدیک ایسا ہو کے دور ایسا نہیں ہوتا

پری ہو، حور ہو، یوسف ہو، آخر کیا کہیں تم کو
کسی کو حسن پر اپنے غرور ایسا نہیں ہوتا

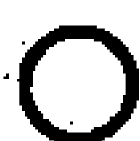
حسینوں میں وہ اپنے حسن پر دعوے سے کہتے ہیں
نہیں ہوتا، نہیں ہوتا، ضرور ایسا نہیں ہوتا

کیا تھا ہم نے بھی جرم محبت بخشوانے کو
زمانے میں کسی سے کیا قصور ایسا نہیں ہوتا

تمھیں اے ناصحِ مشفق فرشتہ ہم تو جانیں گے
کسی انسان کا فہم و شعور ایسا نہیں ہوتا

کسی کو اپنا کر رکھے، کسی کا ہو رہے کوئی
کہیں دنیا میں ایسا، رشکِ حور ایسا نہیں ہوتا

وہ دل میں داغ سے جلتے بھی ہیں پھر یہ بھی کہتے ہیں
کوئی انسان پیدا دور دور ایسا نہیں ہوتا



میرے بختِ سیہ نے کام کیا
صبحِ محشر کو بھی جو شام کیا

بے گنہ تو نے قتلِ عام کیا
واہ! شاباش! خوب کام کیا

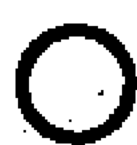
قبر پر اس نے جب خرام کیا
بے نشانی نے میرا نام کیا

حور کے نام سے ہے رشک تمہیں
ہم نے جنت ہی کو سلام کیا

میرے شکووں میں گزری وصل کی شب
اس نے باتوں میں دن تمام کیا

رات دن تیری پردہ داری نے
تجھ کو رسوائے خاص و عام کیا

حق تعالیٰ کی یہ عنایت ہے
داغ کو خادمِ نظام کیا



سکتہ ہے مجھ کو کوچۂ دل دار دیکھ کر
دیوار بن گیا در و دیوار دیکھ کر

دیکھا نہ اور کچھ رخِ دلدار دیکھ کر
آنکھیں سفید ہو گئیں رخسار دیکھ کر

لگتی ہے آگ جوشِ خریدار دیکھ کر
جلتا ہوں تیری گرمیٔ بازار دیکھ کر

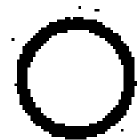
ٹھوکر بھی راہِ عشق میں کھانی ضرور ہے
چلتا نہیں ہوں راہ کو ہموار دیکھ کر

آئندہ حسنِ یار خدا جانے کیا کرے
دو چار سُن کے مر گئے دو چار دیکھ کر

افسوس جنسِ دل کی نہ کچھ ہم نے قدر کی
کرنا تھا مول چشمِ خریدار دیکھ کر

معشوق کا اگرچہ ہے شیوہ ستم گری
لیکن برے بھلے کو مرے یار دیکھ کر

احبابِ کوئے یار سے کیا لائیں داغ کو
وہ تو پھسل پڑا در و دیوار دیکھ کر



وہ ہم نہیں تو رہا کون سے حساب میں دل
کہاں سے لائیں جو تھا عالمِ شباب میں دل

پڑا ہے برقِ تجلّی سے اضطراب میں دل
قصور آنکھ کا تھا، آ گیا عذاب میں دل

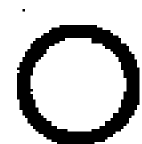
ہمارے شوقِ شہادت کی یوں کھنچے تصویر
اِدھر جواب میں خنجر، اُدھر جواب میں دل

یکا یک آتے ہی آتے جو رک گئے آنسو
نہ آ گیا ہو کہیں دیدۂ پُر آب میں دل

کہا مرا دل پر داغ دیکھ کر اس نے
یہ آفتاب ہے دل میں کہ آفتاب میں دل

ہزار وہم بندھے ایک ان کے وعدے سے
عجیب طرح کا ہے آج پیچ و تاب میں دل

وہ بزمِ ناز ہے جانا وہاں سنبھل کر داغ
وگرنہ ہاتھ سے جائے گا اضطراب میں دل



جس وقت آئے ہوش میں کچھ بے خودی سے ہم
کرتے رہے خیال میں باتیں اسی سے ہم

ناچار تم ہو دل سے تو مجبور جی سے ہم
رکھتے ہو تم کسی سے محبت، کسی سے ہم

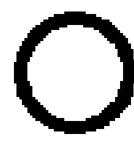
یوسف کہا جو ان کو تو ناراض ہو گئے
تشبیہ اب نہ دیں گے کسی کو کسی سے ہم

کہتے ہیں آنسوؤں سے بجھائیں گے ہم تجھے
یہ دل لگی بھی کرتے ہیں دل کی لگی سے ہم

واعظ خطا معاف کہ انسان ہم تو ہیں
بن جائیں گے فرشتہ نہ کچھ آدمی سے ہم

وعدہ کیا ہے اس نے قیامت میں وصل کا
اپنا وصال چاہتے ہیں لو ابھی سے ہم

کم بخت دل نے داغ کیا ہے ہمیں تباہ
عاشق مزاج ہو گئے آخر اسی سے ہم



آدم سے بڑھ کے رتبۂ کرّ و بیاں نہیں
مجبور اس سے ہے کہ زمیں آسماں نہیں

تم شہرتِ جمال سے کس جا کہاں نہیں
میں اضطرابِ دل سے جہاں ہوں وہاں نہیں

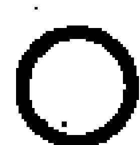
دنیا میں آدمی کو مصیبت کہاں نہیں
وہ کون سی زمیں ہے جہاں آسماں نہیں

کس طرح جان دینے کے اقرار سے پھروں
میری زبان ہے یہ تمہاری زبان نہیں

اے موت تو نے دیر لگائی ہے کس لیے
عاشق کا امتحاں ہے ترا امتحاں نہیں

ایسا خط ان کو راہ میں ملتا ہے روز ایک
جس میں کسی کا نام کسی کا نشاں نہیں

غیروں کا اختراع و تصرف غلط ہے داغ
اردو ہی وہ نہیں جو ہماری زباں نہیں



دوسرے کی جو تم کو تاب نہیں
آئینے میں بھی کیا جواب نہیں

تجھ سے بڑھ کر کوئی عذاب نہیں
اے محبت ترا جواب نہیں

کب تری بات انتخاب نہیں
اس نہیں کا مگر جواب نہیں

ہے طبیعت سے آدمی مجبور
دل لگانا کوئی ثواب نہیں

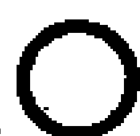
روز مرتا ہوں روز جیتا ہوں
زندگی کا کوئی حساب نہیں

آئینہ دیکھ کر کہا اس نے
آ کے جائے یہ وہ شباب نہیں

بات کرنے کا مجھ کو لپکا ہے
بات سننے کی ان کو تاب نہیں

اپنے دامن کو کیوں بچا کے چلے
ایسی مٹی مری خراب نہیں

بزمِ دشمن میں داغ کیوں نہ ہوا
آج وہ خانماں خراب نہیں



دن گزرتے ہیں کس عذاب کے ساتھ
وہ زمانہ گیا شباب کے ساتھ

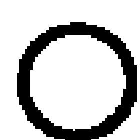
رہ گئی دل کی آرزو دل میں
موت ہی آ گئی جواب کے ساتھ

غیر اٹھ جائے کاش دنیا سے
سرِ محفل ترے حجاب کے ساتھ

مہر وہ رخ ہے اور ماہ جبیں
چاند نکلا ہے آفتاب کے ساتھ

پہلے وہ نام اپنا لیتے ہیں
سب حسینوں میں انتخاب کے ساتھ

کیا کہیں ہم جنابِ داغ کو وہ
یاد کرتے ہیں کس خطاب کے ساتھ



یہ کیا کہا کہ میری بلا بھی نہ آئے گی
کیا تم نہ آؤ گے تو قضا بھی نہ آئے گی

قاصد کا انتظار عبث، یہ یقین ہے
مجھ تک تو اس طرف کی ہوا بھی نہ آئے گی

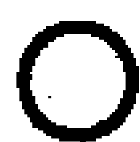
اے شوخ اگر یہی ہیں تلون مزاجیاں
پوری تجھے تو طرزِ جفا بھی نہ آئے گی

آنکھیں خدا نے دی ہیں مروت کے واسطے
یہ کیا خبر تھی تجھ کو حیا بھی نہ آئے گی

زاہد سے کہہ دو رنج و مصیبت کی کر دعا
اس کے بغیر یادِ خدا بھی نہ آئے گی

کہنے گئے تھے حال مگر یہ خبر نہ تھی
مطلب کی بات لب پہ ذرا بھی نہ آئے گی

تم جانتے ہو آئے گی پھر یہ شبِ وصال
اے داغ مان جاؤ، کہا بھی، نہ آئے گی!



زمانہ بتوں پر فدا ہو رہا ہے
خدا کی خدائی میں کیا ہو رہا ہے

ستم ہو کے عذرِ جفا ہو رہا ہے
وہ کیا ہو رہا تھا، یہ کیا ہو رہا ہے

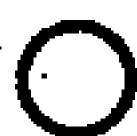
دھڑکتا ہے دل، کانپتا ہے کلیجا
ادا اس طرح مدعا ہو رہا ہے

یہ آ کر کہا مجھ سے پیغام بر نے
وہاں دشمنوں کا کہا ہو رہا ہے

تڑپنے کو میرے نیا کھیل سمجھے
کہا دور ہی سے یہ کیا ہو رہا ہے

تغافل سے اس کے اچٹنے لگا دل
برائی میں میرا بھلا ہو رہا ہے

جگت آشنا داغ ملتا تھا سب سے
مگر اب تو وہ آپ کا ہو رہا ہے



نکالوں کس طرح خارِ تمنا سخت مشکل ہے
وہ اس ڈر سے نہیں چھوتے کہ یہ کانٹوں بھرا دل ہے

وہ کافر مجھ کو سمجھے باوفا یہ زعم باطل ہے
خدا کا جو نہیں قائل وہ کب بندے کا قائل ہے

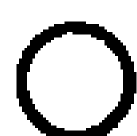
بھروسا ہے خدا پر، ناخدا سے التجا کیسی
مری کشتی ہی ساحل ہے مری کشتی میں ساحل ہے

مسافر بھی مسافر ناتواں راہیں بھی سخت ایسی
جہاں ہم کھا کے ٹھوکر گر پڑے اپنی وہ منزل ہے

اٹھایا شوق نے، اٹھے، بٹھایا ضعف نے، بیٹھے
یہی رستے کا رستہ ہے، یہی منزل کی منزل ہے

کیا ہے غم نے ایسا ناتواں اے نازنیں دل کو
ترا دستِ تسلی بھی مرے سینے پہ اک سل ہے

نہ گھبرا عقدۂ دشوار سے اے داغ تو ہرگز
قسم مشکل کشا کی یہ کوئی مشکل میں مشکل ہے



وہ مجھ کو دیتے ہیں گالی سلام سے پہلے
سلام کرتی ہے دنیا کلام سے پہلے

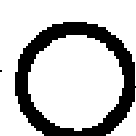
اگرچہ تھا وہ برائی سے رشک اس کا ہے
عدو کا نام لیا میرے نام سے پہلے

وہ دفن کر کے مجھے پھر کریں گے حشر بپا
انہیں فراغ تو ہو ایک کام سے پہلے

جو گھونٹ گھونٹ کے رکھا تو دل کو کیا رکھا
مصیبت اتنی نہ تھی روک تھام سے پہلے

سنی ہے خوش خبری شب کو ان کے آنے کی
چراغ گھی کے جلاتا ہوں شام سے پہلے

نہیں سنا شہِ محبوب سا کوئی اے داغ
بہت نظام ہوئے اس نظام سے پہلے



افسوس ہے جو چاہیے' آنی نہیں آتی
جا کر یہ دغا باز جوانی نہیں آتی

افسانہ مرا سن کے وہ بولے تو یہ بولے
کچھ اپنی سمجھ میں یہ کہانی نہیں آتی

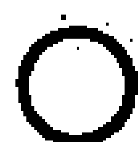
دل فکر کے دریا میں یہ جب تک نہ ڈبوئے
شاعر کی طبیعت میں روانی نہیں آتی

اس پردے کی ہم وجہ جو سمجھے تو یہ سمجھے
تم کو ابھی صورت ہی دکھانی نہیں آتی

یہ سچ ہے مجھے دل کا لگانا نہیں آتا
تلوار تمھیں بھی تو لگانی نہیں آتی

اغیار کو ہے وردِ زباں سورۂ یوسف
غیرت تجھے اے یوسفِ ثانی نہیں آتی

اے داغ ڈرو اس لب اعجاز نما سے
کچھ کام وہاں سحر بیانی نہیں آتی

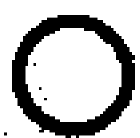


ہاتھ نکلے اپنے دونوں کام کے
دل کو تھاما ان کا دامن تھام کے

رات دن پھرتا ہے کیوں اے چرخ پیر
تیرے دن ہیں راحت و آرام کے

اس نزاکت کا برا ہو بزم سے
اٹھتے ہیں وہ دستِ دشمن تھام کے

ہاتھ سے صیاد کے گر کر چھری
کٹ گئے حلقے ہمارے دام کے



آتے آتے وہ ادھر کو تھم رہے
دم الٰہی اور کوئی دم رہے

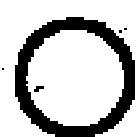
کیوں نہ تیری یاد تیرا غم رہے
جب ذرا سے دل میں اک عالم رہے

بے نیازی کی کچھ آخر حد بھی ہے
گردنِ تسلیم کب تک خم رہے

شکر ہو ہر حال میں غم ہو کہ عیش
جس طرح رکھا خدا نے ہم رہے

اشکِ حسرت ہو کہ ہو اشکِ طرب
آنکھ میں عاشق کے کچھ کچھ نم رہے

کوستے تھے پیشتر تم داغ کو
اب دعا دیتے ہو تیرا دم رہے



دل رکھ تو دیا ہے نگہِ یار کے آگے
اف کر نہیں سکتا ہوں خریدار کے آگے

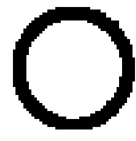
میں حسن سے سکتے میں وہ ہے عشق سے حیران
دیوار کھڑی ہو گئی دیوار کے آگے

گلزار میں نرگس ہے نہ تم آنکھ ملانا
بیمار کو لاتے نہیں بیمار کے آگے

میں موسیٰ عمراںؑ نہ خدا تو بت کافر
باتیں نہ بنا طالبِ دیدار کے آگے

ان تک بھی پہنچ جائے گا جو حال ہے میرا
ہر روز یہی ذکر ہے دو چار کے آگے

پہلے یہ دعا مانگ لی اس کو نہ ہو صدمہ
جب درد کہا داغ نے غم خوار کے آگے



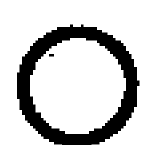
مثالِ تار گیسو ہے کمر بھی
نہیں ہے فرق اس میں بال بھر بھی

ستم کرتا ہے جیسا تو ستم گر
کبھی ایسا ہوا ہے پیشتر بھی

مرض پیدا کیے لاکھوں دوا سے
مسیحا ہے ہمارا چارہ گر بھی

نظر میں کس کے ہو تم دل میں کس کے
تمہیں ہے ان دنوں اپنی خبر بھی

مزا اے داغ پایا دل لگی کا
کبھی یہ دکھ سہا تھا عمر بھر بھی



چل دیئے شکل دکھا کر وہ کوئی کیا دیکھے
دیکھنے کا یہ مزا ہے کہ سراپا دیکھے

کیا سریلی ہیں صدائیں تری، کیا جلوہ ہے
سننے والا یہ سنے، دیکھنے والا دیکھے

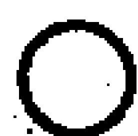
دیکھنے کے لیے آنکھیں ہوں جب ایسا ہو جمال
حسنِ یوسف کو جو دیکھے تو زلیخا دیکھے

دوست دشمن کو وہ کیا جانیں ابھی کم سن ہیں
ہم سے پوچھے کوئی، بیٹھے ہیں زمانہ دیکھے

بات وہ کیجیے جس بات کو سب دل سے سنیں
کام وہ کیجیے جس کام کو دنیا دیکھے

اک جھلک بھی جو دکھاوے تو غنیمت جانو
کیا یہ ممکن ہے کوئی حسبِ تمنا دیکھے

گو حسیں لاکھ ہوں دنیا میں مگر داغؔ کبھی
دیکھ کر پاؤں ترا منہ نہ کسی کا دیکھے



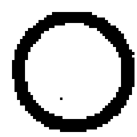
ازل میں شرح لکھ کر میرے غم کی
بری حالت ہوئی لوح و قلم کی

نہیں ہوتے ہمارے ہاتھ سیدھے
بلائیں لی تھیں زلفِ خم بہ خم کی

کبھی ہوں اس گلی میں نقشِ دیوار
کبھی اس بزم میں تصویرِ غم کی

یہاں آئے ہیں جانے کے لیے ہم
یہ ہستی پہلی منزل ہے عدم کی

عدو پڑھتے ہیں سیفی حضرتِ داغ
پڑھو اب فاتحہ تم اپنے دم کی



کئی دن سے خوشامد کر رہا ہے آسماں میری
الٰہی دل ہی دل میں گھٹ کے رہ جائے فغاں میری

تم آگے داورِ محشر کے سننا داستاں میری
وہاں کب چوکتا ہوں، پیش چلتی ہے جہاں میری

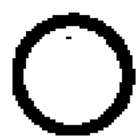
تمھیں دل دینے والا کون، ہر پھر کر وہی اک میں
یہ شامت اور کس کی آئی ہے اے مہرباں میری

پکڑتی ہے زمیں میرے قدم کیوں کوئے قاتل میں
الٰہی خیر ہو تربت بنے گی کیا یہاں میری

بھلا ایذا طلب مجھ سے کہیں پیدا بھی ہوتے ہیں
بجا ہے گر بلائیں لے بلائے آسماں میری

گئے تھے سیر کو گلشن کی، دونوں لٹ کے آئے ہیں
ادا ان کی اڑائی گل نے، بلبل نے فغاں میری

سناؤں کس کو جو کچھ عمر بھر آنکھوں سے دیکھا ہے
کہ طولانی بہت اے داغ ہے یہ داستاں میری



ہائے وہ بانکی ادائیں اس بتِ مے خوار کی
شوخیاں گفتار کی، اٹکھیلیاں رفتار کی

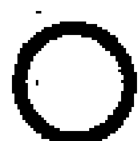
آ گئی تجھ پر طبیعت کافر و دیں دار کی
رشتہ داریِ ہو گئی تسبیح سے زنار کی

آ ہی جاتی ہے طبیعت لوٹ ہی جاتا ہے دل
کیوں بنا دی ہے خدا نے تیری صورت پیار کی

کیا کروں اے اہلِ جنت کچھ نظر آتا نہیں
میری آنکھوں میں بھری ہے خاک کوئے یار کی

کیوں نہ جاتی آسماں پر آسماں سے عرش پر
کیا مری آہِ رسا بھی آہ تھی بیمار کی

اس زمیں میں اور بھی اے داغ تم لکھو غزل
جب طبیعت راہ دے پھر کیا کمی اشعار کی



اس چوٹ کو پوچھے کوئی اس خستہ جگر سے
اترا جو ترے دل سے، گرا تیری نظر سے

اس طرح گزرتے ہیں تری راہ گزر سے
جو پاؤں کا ہے کام وہ ہم لیتے ہیں سر سے

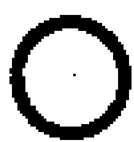
دو چار بہے اشک تو کیا دیدۂ تر سے
بارش کا مزا یہ ہے کہ جو ٹوٹ کے برسے

کیا ان کی حقیقت ہے کہ تشبیہ انہیں دوں
غنچے کو ترے لب سے، رگِ گل کو کمر سے

یوسف کی محبت کو زلیخا سے تو پوچھو
گو حضرتِ یعقوب کو تھا عشق پسر سے

دیکھا کہ سوا کس میں ہے نرمی و نزاکت
رخسار ملے آج انھوں نے گلِ تر سے

اے داغ مصیبت ہے حیاتِ ابدی بھی
اس رنج کو پوچھے کوئی الیاس و خضر سے



آگاہ جو ہوتے ہیں مرے زخمِ جگر سے
اب آنکھ چراتے ہیں وہ اپنی بھی نظر سے

کیوں قبرِ عدو بارشِ رحمت کو نہ ترسے
وہ دوزخی ایسا تھا کہ انگارے ہی برسے

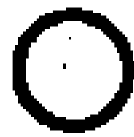
اس انجمنِ ناز سے آیا ہوں بہت خوش
اللہ بچائے مجھے اپنی بھی نظر سے

یہ عاشق و معشوق کی رخصت بھی غضب ہے
پروانے گلے مل کے جلے شمعِ سحر سے

بھولا نہ کبھی قافلۂ ملکِ عدم راہ
جاتا ہے ادھر ہی کو یہ آتا ہے جدھر سے

کعبے سے نکل کر رہے بت دل میں کسی کے
اللہ کے گھر میں گئے اللہ کے گھر سے

جانا کہ جلائے گا رقیبوں سے یہ مل کر
وہ بزم میں جا بیٹھے الگ داغ کے ڈر سے



پرائے واسطے جو اپنی جان کھوتا ہے
وہ جاں نثار ہزاروں میں ایک ہوتا ہے

جگر کے داغ پہ دل زار زار روتا ہے
اسی کو ہوتا ہے غم جس کا کوئی ہوتا ہے

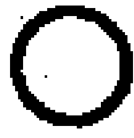
کسے نہیں مرے پائے فگار کا صدمہ
کہ پھوٹ پھوٹ کے ہر آبلہ بھی روتا ہے

مجھے وہ سوزِ دروں ہے جو دیکھتا ہے نبض
تو چارہ ساز کا برسوں علاج ہوتا ہے

چراغ شام کا ہوتا ہے صبح کو خاموش
تمام رات کا جاگا سحر کو سوتا ہے

کسی کی سعی سے ملتا ہے پھل کسی کو کبھی
کوئی نصیب سے کھاتا ہے، کوئی بوتا ہے

وہ پوچھتے ہیں مرا حال کس تجاہل سے
یہ داغ کون ہے، یہ کس کا ذکر ہوتا ہے



صحت سے ہائے دردِ دلِ زار کیا ہوا
بیمار کو یہ غم ہے وہ آزار کیا ہوا

ہم بیچتے تھے دل کو جس انداز کے لیے
کیا جانیے وہ نازِ خریدار کیا ہوا

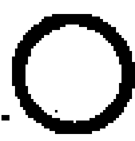
وہ دل کہاں وہ قیدِ تعلق کہاں رہی
وہ دام کیا ہوا، وہ گرفتار کیا ہوا

یاروں نے پیشتر تو نہ کی میری روک تھام
اب پوچھتے ہیں تجھ کو مرے یار کیا ہوا

اچھا ہے اور جلوہ دکھاؤ نہ کوئی دن
پھر یہ کہو گے طالبِ دیدار کیا ہوا

لے جائیں گے مجھے جو فرشتے عذاب کے
رحمت کہے گی لاؤ گنہ گار کیا ہوا

اس کے ہی دم کے ساتھ یہ ناز و نیاز ہے
پھر یہ کہو گے داغِ وفادار کیا ہوا



دعویٰ پیامبر کا ہے دیوانے پن کی بات
اس سے ادا نہ ہوگی ہمارے دہن کی بات

دلکش ہے پر مذاق ہے اس انجمن کی بات
اہلِ سخن سے پوچھیے بزمِ سخن کی بات

شیریں ہے کس قدر مرے شیریں سخن کی بات
اس کے دہن سے چھین لوں اس کے دہن کی بات

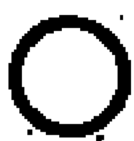
پوچھے کوئی سفر میں گھر سے عدن کی بات
غربت میں یاد آتی ہے کیا کیا وطن کی بات

گویا زبان شمع کی اس وجہ سے نہیں
پروانے سے یہ کرتی ہمیشہ جلن کی بات

تم نے کہا نہیں سرِ محفل برا مجھے
چھپتی چھپائے سے ہے کہیں انجمن کی بات

کہتے ہیں اس کو لازم و ملزوم واقعی
منصور ہی کے ساتھ ہے دار و رسن کی بات

وہ عشق، عشق ہے کہ جو آلِ نبی کا ہے
وہ بات بات ہے کہ جو ہے پنجتن کی بات



آتے ہیں اس روش سے تری جلوہ گاہ میں
ہم پاؤں پھونک پھونک کے رکھتے ہیں راہ میں

تم لاکھ مجھ سے پردہ کرو جلوہ گاہ میں
صورت یہ کہہ رہی ہے کہ میں ہوں نگاہ میں

آمیزشِ ثواب ہے میرے گناہ میں
دل بت کدے میں اور قدم خانقاہ میں

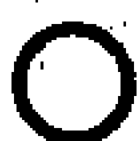
سچ ہے یہاں کہاں ہو جو دو بات کا جواب
تم ہو کسی کے دل میں، کسی کی نگاہ میں

خالی نہیں مزے سے کوئی پارسا و رند
لذت اسے ثواب میں' اس کو گناہ میں

وہ تجھ سے مل کے حشر میں پوری نہ ہو کہیں
تھوڑی سی ہے کمی جو ہمارے گناہ میں

اک دوستی کی' ایک نظر دشمنی کی ہے
تم بھی نگاہ میں ہو' عدو بھی نگاہ میں

حاصل ہیں میری قبر سے بھی سرفرازیاں
رکھتے ہیں پھول چن کے عدو بھی کلاہ میں



رنج پر رنج دیے جاتے ہیں
اپنی کرنی وہ کیے جاتے ہیں

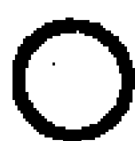
مرگِ عاشق کا تمھیں کیوں غم ہو
جینے والے تو جیے جاتے ہیں

زخم اس تیغ کے ہیں دامن دار
کس سے یہ چاک سیے جاتے ہیں

ہم تری بزم میں تنہا بیٹھے
خون کے گھونٹ پیے جاتے ہیں

وہ جواب اس کا ہمیں دیں کہ نہ دیں
ان سے ہم بات کیے جاتے ہیں

داغ سے مل کے یہ پوچھا اس نے
کس لیے آپ جیے جاتے ہیں



طور بے طور ہوئے جاتے ہیں
وہ تو کچھ اور ہوئے جاتے ہیں

یہ عنایت پہ عنایت ہے ستم
لطف بھی جور ہوئے جاتے ہیں

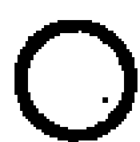
اب تو بیمارِ محبت تیرے
قابلِ غور ہوئے جاتے ہیں

دیر ہے حکم کی، ہم تم پہ فدا
ابھی فی الفور ہوئے جاتے ہیں

التجا بھی ہے شکایت گویا
وہ خفا اور ہوئے جاتے ہیں

اہلِ کلکتہ سے لائق فائق
اہلِ لاہور ہوئے جاتے ہیں

کچھ خبر بھی ہے محبت میں داغ
کیا ترے طور ہوئے جاتے ہیں



یہ سنتے ہیں ان سے یہاں آنے والے
جہنم میں جائیں وہاں جانے والے

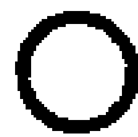
ترس کھا ذرا دل کو ترسانے والے
اِدھر دیکھتا جا اُدھر جانے والے

وہ جب آگ ہوتے ہیں غصے سے مجھ پر
تو بھڑکاتے ہیں اور چمکانے والے

مرا دل، مرے اشک، غصہ تمہارا
نہیں رکتے روکے سے یہ آنے والے

وہ میرا کہا کس طرح مان جاتے
بہت سے ہیں شیطان بہکانے والے

سلامی ہیں اے داغ اس کے ہی در کے
نہ ہم کعبے والے، نہ بت خانے والے



دنیا کا مال اور ہے کس کام کے لیے
کرتا ہے خرچ آدمی آرام کے لیے

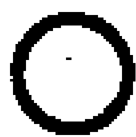
ہے سادگی غضب کی، قیامت کا ہے بناؤ
وہ صبح کے لیے ہے، تو یہ شام کے لیے

آنے دے کچھ تو ہوش جہانِ خراب میں
اے بےخودی ہم آئے ہیں کس کام کے لیے

اس بت کا دل ملے گا مرے دل سے کس طرح
وہ کفر کے لیے ہے یہ اسلام کے لیے

اچھا ہو یا برا ہو، انہیں اس سے بحث کیا
احوال پوچھتے ہیں وہ الزام کے لیے

عقبیٰ کی فکر کر کہ یہ غفلت بری ہے داغ
دنیا نہیں ہے راحت و آرام کے لیے



حیا و شرم سے چپ چاپ کیا وہ آ کے چلے
اگر چلے تو مجھے سیدھیاں سنا کے چلے

یہ چال ہے کہ قیامت ہے اے بتِ کافر
خدا کرے کہ یونہی سامنے خدا کے چلے

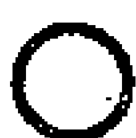
طریقِ عشق میں سوجھا کسے نشیب و فراز
وہ کیا چلے جو سہارے پہ رہنما کے چلے

نہیں ہے دل کو مرے صرصرِ فنا سے خطر
یہ کشتی ایسی ہے جو سامنے ہوا کے چلے

بچائیں دل کو کہاں تک ہم ایسے تیروں سے
نگہ نگہ کے چلے ہیں ادا ادا کے چلے

دکھائی دی ہمیں راہِ عدم جو تیرہ و تار
ہم اپنی مشعلِ داغِ جگر جلا کے چلے

وہ رحم کھائیں گے کیا داغ ہوش میں آؤ
تم ان کے آگے برا حال کیوں بنا کے چلے



آپ کی شان ہے کیا شان رسولِ عربیؐ
آپ پر جان ہے قربان رسولِ عربیؐ

کس نے یہ مرتبہ پایا ہے ہوا کس کو عروج
ہوئے اللہ کے مہمان رسولِ عربیؐ

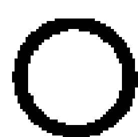
ہے قیامت میں اسے کون بچانے والا
تم ہو امّت کے نگہبان رسولِ عربیؐ

ہے وہی حکمِ خداوند تعالیٰ بے شک
جو ہوا آپ کا فرمانِ رسولِ عربیؐ

میں گنہ گار ہوں ایسا کہ دعا کرتے بھی
دل میں ہوتا ہوں پشیمان رسولِ عربیؐ

مجھ کو انجام کی ہے فکر کہ کیا ہونا ہے
گم ہیں اس خوف سے اوسان رسولِ عربیؐ

میں گرفتارِ غم و رنج رہوں گا کب تک
میری مشکل کرو آسان رسولِ عربیؐ



انہیں نفرت ہوئی سارے جہاں سے
نئی دنیا کوئی لائے کہاں سے

ترے ہاتھوں غبارِ کشتگاں سے
زمیں ٹکرا رہی ہے آسماں سے

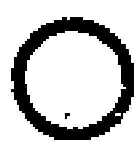
وہ توڑیں عہد لیکن فکر یہ ہے
خدا نکلے گا کیوں کر درمیاں سے

سگِ لیلیٰ بھی ہے مجنوں کو پیارا
لگاوٹ کر رہا ہوں پاسباں سے

وہ کوہِ طور تھا موسیٰ کا حصہ
الٰہی میں تجھے دیکھوں کہاں سے

دلِ بے تاب سے ہے ناک میں دم
الٰہی صبر میں لاؤں کہاں سے

ترے در پر جگہ ہے داغ کی گرم
ابھی اٹھ کر گیا ہے وہ یہاں سے



دل میں فرحت جو کبھی آتی ہے
اپنے رونے پہ ہنسی آتی ہے

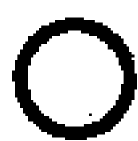
کیوں صبا کو نہ بناؤں قاصد
ابھی جاتی ہے، ابھی آتی ہے

کیا ہے گنتی مرے ارمانوں کی
فوج کی فوج چلی آتی ہے

یہ سبب کیا ہے جدھر جاتا ہوں
سامنے تیری گلی آتی ہے

کیا عدم سے ہمیں آنے کی خوشی
موت بھی ساتھ لگی آتی ہے

مجرمِ عشق ہوئے تم اے داغ
اب وہاں سے طلبی آتی ہے



چلے آتے ہیں ایسے بے قرار آئے تو کیا آئے
کہ گھوڑے پر ہوا کے تم سوار آئے تو کیا آئے

کسی نے مڑ کے کب دیکھا چلے دے کر مجھے مٹی
گئے تو کیا گئے پھر سوگوار آئے تو کیا آئے

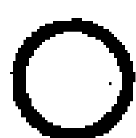
بہت تکلیف پائی ہے، بہت صدمے اٹھائے ہیں
طبیعت اب کہیں بے اختیار آئے تو کیا آئے

ہماری بات کیا سمجھے گا تو اے ناصحِ ناداں
سمجھ میں تیری اے ناکردہ کار آئے تو کیا آئے

سوالِ عشق کرنا تھا کہ عاشق کو مزا آتا
فرشتے پوچھنے زیرِ مزار آئے تو کیا آئے

نہیں اٹھتیں نگاہیں شرم سے کیا تیر مارو گے
تمہارے ہاتھ اب دل کا شکار آئے تو کیا آئے

تمہاری بزم میں دیکھا نہ ہم نے داغ سا کوئی
جو سو آئے تو کیا آئے' ہزار آئے تو کیا آئے

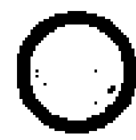


عاشقی میں یہ بری بات ہوا کرتی ہے
رنج سے ترکِ ملاقات ہوا کرتی ہے

آئینہ رکھ کے یہی بات ہوا کرتی ہے
آمنے سامنے دن رات ہوا کرتی ہے

خاکساروں کو بھی آرام نہیں زیرِ فلک
کہ زمیں موردِ آفات ہوا کرتی ہے

داغ صاحب سے کبھی گرم تھی صحبت دن رات
اب تو برسوں میں ملاقات ہوا کرتی ہے



وہ سنتے ہیں جو دل سے کان رکھ کر داستاں میری
مزے لیتی ہے میرے نطق کی کیا کیا زباں میری

غنیمت ہے گرفتاری میں تھوڑی سی بھی آزادی
کہ پھر کر دیکھتی مجھ کو نہیں عمرِ رواں میری

نظر اپنی چرا لے مجھ کو روتا دیکھ کر ورنہ
پھرے گی تیری آنکھوں میں یہ چشمِ خونفشاں میری

لحاظ و پاس کیسا گفتگو جب دوبدو ٹھہری
نہ رکتی ہے زباں ان کی، نہ تھمتی ہے زباں میری

یہ قسمت ہے کہ ہو شہرت کسی کی، کوئی رسوا ہو
جہاں مذکور ہے ان کا، وہیں ہے داستاں میری

سلیقہ بات کا جب تجھ کو اے پیغام بر آئے
ترے دل میں ہو دل میرا، زباں میں ہو زباں میری

سناؤں کس کو جو کچھ عمر بھر آنکھوں سے دیکھا ہے
کہ طولانی بہت ہے داغ ہاں یہ داستاں میری



تمہارے خط میں نیا اِک سلام کس کا تھا
نہ تھا رقیب تو آخر وہ نام کس کا تھا

رہا نہ دل میں وہ بے درد، اور درد رہا
مقیم کون ہوا ہے، مقام کس کا تھا